رسالہ فی اثبات وجود النبیؐ فی کل مکان

ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی

تصنیف
امام حسین بن محمد شافعی المتوفی ۹۶۶

ترجمہ
مفتی محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاھور
1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003

رسالۃ فی اثبات وجود النبیؐ فی کل مکان

ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی

تصنیف
امام حُسین بن محمد شافعی المتوفی ۹۶۶ھ

ترجمہ
مفتی محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاھور
1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003

نام کتاب ------ رسالہ فی اثبات وجود النبی ﷺ
فی کل مکان

تصنیف ------ امام حسین بن محمد الشافعی
المتوفی ۹۶۶

اردو نام ------ ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

ترجمہ ------ مفتی محمد خاں قادری

ناشر ------ عالمی دعوتِ اسلامیہ

طابع ------ سہیل لطیف

انتساب

اپنی اس ادنیٰ کاوش کو **سلطان العارفین برہان الواصلین**
حضرت سلطان باھوؒ سے منسوب کرتا ہوں۔

- ○ جن کی کیمیا اثر توجہات نے ہر لمحہ مردہ دلوں کو حیات نو عطا کی
- ○ جن کی حکمرانی آج بھی دلوں پر قائم ہے اور تا ابد رہے گی۔

خاک راہ اولیاء

محمد خان قادری

الباہر فی حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالباطن والظاہر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی

ظاہر و باطن پر

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی

ترجمہ

علامہ محمد اکبر علی خان قادری

عالمی دعوت اسلامیہ

۱- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور۔ فون: ۷۵۹۴۰۰۳،

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

مفتی محمد خاں قادری

مولانا ممتاز احمد سدیدی بن علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی جب سے جامعہ ازہر مصر گئے ہیں وہاں سے نہایت ہی علمی مواد ہمیں ارسال کر رہے ہیں۔ اس ذخیرہ علمی میں ایک کتاب "رسالہ فی اثبات وجود النبی فی کل مکان" بھی آئی جسے استاذی المکرم قبلہ شرف صاحب مدظلہ نے ترجمہ کے لیے بندہ کو عنایت فرمایا' کیونکہ بندہ کی ہمیشہ سے یہ خواہش و آرزو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے کمالات و فضائل پر جو بھی مواد ملے' اسے شائع ہونا چاہیے۔ بحمدللہ اس کتاب کا ترجمہ بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

زیر بحث مسئلہ پر امام یوسف بن اسماعیل نبہانی نے شیخ علی نور الدین حلبی صاحب السیرۃ الحلبیہ المتوفی ۱۰۴۴ھ کے ایک رسالہ "تعریف اهل الاسلام والایمان بان محمدا صلی اللّٰہ لایخلو منه مکان ولا زمان" (اہل اسلام اور ایمان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے کوئی جگہ اور وقت خالی نہیں) کا ذکر کیا اور مکمل نقل کیا ہے یہ رسالہ جواہر البحار جلد ۳ کے ص ۱۱۱ تا ص ۱۲۵ پر محفوظ و موجود ہے۔ یہ رسالہ متعدد دفعہ مصر وغیرہ میں شیخ احمد محمد مرسی نقشبندی کی تحقیق سے بھی شائع ہوا۔ انہوں نے امام نبہانی کے مطابق اسے امام حلبی کی ہی تصنیف قرار دیا۔ اب وہی رسالہ مصر سے شیخ عبدالرحمٰن حسن محمود کی تحقیق سے دارجوامع الکلم نے شائع کیا ہے۔ محقق مذکور کا کہنا یہ ہے کہ میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ یہ رسالہ امام حلبی کا ہی ہے مگر

ہوا یوں۔

كنت ابحث فى مكتبة الازہر الشريف عن بعض رسائل فى التصوف خصوصًا مايتعلق بالشيخ الاكبر محى الدين بن عربى فانى احبه حبا لا يوصف فعثرت على رسالة عنوانها "رسالة فى اثبات وجود النبى صلى الله عليه فى كل مكان ففرحت بها و نسختها على زعم انها شى جديد غير الرسالة التى ذكرتها انفا

میں جامعہ ازہر شریف کی لائبریری میں بعض رسائل تصوف خصوصاً شیخ اکبر محی الدین بن عربی کے بارے میں تلاش کر رہا تھا کیونکہ مجھے آپ سے اتنی لگن و محبت ہے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا تو اچانک میری نظر اس رسالہ پر پڑی جس کا نام "رسالہ فی اثبات وجود النبی فی کل مکان" تھا میں بہت خوش ہوا۔ یہ سمجھتے ہوئے نقل کرلیا کہ یہ رسالہ مذکورہ رسالہ (امام حلبی) کے علاوہ اور نئی چیز ہے۔

لیکن جب میں نے مخطوطہ کا آخر دیکھا تو اس پر یہ کلمات تھے۔

تمت على يد كاتبه الحقير الفقير حسين بن محمد الشافعى غفر الله له و لمن قراه فيه

یہ کتاب حقیر فقیر حسین بن محمد شافعی کے ہاتھ پر مکمل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے قارئین پر رحم فرمائے۔

پھر میں نے دونوں رسائل کو ملایا تو ان کا حرف بحرف ایک تھا' اب تحقیق شروع کی کہ یہ رسالہ ان دونوں بزرگوں میں سے کس کا ہوسکتا ہے؟ تو اس رسالہ کے اندر سے مجھے ایک اہم دلیل ملی جو واضح کرتی ہے کہ یہ رسالہ امام حلبی کا نہیں بلکہ امام حسین بن محمد شافعی کا ہے کیونکہ مصنف نے اس میں بار بار اپنے شیخ کا ذکر کیا ہے جن کا اسم گرامی امام نور الدین الشونی ہے ان کا وصال ۹۴۴ھ ہے حالانکہ شیخ علی نور الدین حلبی کا سال ولادت ۹۷۵ھ اور وصال

۱۰۴۴ھ ہے' محقق کے الفاظ پڑھئے۔

فتأكدت ان هذه الرسالة لسيت للعلامه نورالدين الحلبى رحمة الله وانما هى لشخص آخر هو تلميذ من تلامذة الشيخ على نور الدين الشونى رحمه الله ذلک لان الشيخ على نور الدين الشونى توفى عام ۹۴۴ و ولد العلامة على نور الدين الحلبى عام ۹۷۵ وتوفى ۱۰۴۴ فكيف يجتمع شخص مات قبل ميلاده بواحد و تلاثين عاما

(مقدمہ' ۱۰)

اس مذکورہ بحث سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ یہ رسالہ علامہ نور الدین حلبی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا نہیں یہ کیسی ایسے شخص کا ہے جو شیخ علی نور الدین الشونی رحمتہ اللہ کے شاگرد ہیں کیونکہ شیخ علی نور الدین الشونی کا سال وصال ۹۴۴ھ ہے اور علامہ حلبی کا سال ولادت ۹۷۵ھ اور وصال ۱۰۴۴ھ ہے' یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے سے اکتیس سال پہلے وصال پانے والے کا شاگرد ہو۔

یہ بزرگ کون ہیں ؟

امام حسین بن محمد الشافعی کون ہیں؟ اس بارے میں محقق خاموش ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں' جو کتب تراجم میرے پاس تھیں ان میں تلاش بسیار کے باوجود ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا' اگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے ان کے بارے میں کچھ ملا تو رسالہ کی آئندہ طباعت میں اسے ذکر کردوں گا۔

ہم نے بھی اس سلسلہ میں مختلف اہل علم سے رجوع کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت العلام ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ سے اس معاملہ پر گفتگو ہوئی تو انہوں نے اس پر جو تحقیق فرمائی وہ حسب ذیل ہے۔

مصنف مذکور کے استاذ شیخ علی نور الدین الشونی کا سال وصال ۹۴۴ واضح کر رہا ہے کہ یہ بزرگ دسویں صدی ہجری کے ہیں غالباً یہ صاحب تاریخ الخمیس ہیں جن کا وصال ۹۶۶ ہجری ہے' اور ان کا نام امام حسین بن محمد الشافعی ہی ہے' ان کے علاوہ کسی اور بزرگ کا وصال ان سالوں میں نہیں ملتا۔ (معجم المولفین جلد ۴' ص ۴۷)

اہل علم کے استفادہ کے لیے اردو کے ساتھ عربی متن بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمہ کا نام امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری کے ایک مصرعہ "ہر مکان کا اجالا ہمارا نبیؐ" رکھا ہے جبکہ سلطان العلماء امام عز بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "بدایہ السؤل فی تفضیل الرسول" کے اردو ترجمہ کا نام "سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبیؐ" طے کیا گیا ہے۔

نوٹ : امام سیوطی کی کتاب "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبیؐ والملک" (خواب اور بیداری میں زیارت نبویؐ) کا ترجمہ علامہ فضل حنان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور کر رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائے گا۔

محتاج دعا

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اللہ ہی سے مدد کے طلب گار ہیں

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، جس کا قصد کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوا، بلکہ جس نے بھی طلب صادق کی، اس نے اسے ضرور پا لیا۔ وہ منکرین توحید کے غلط اقوال (مثلاً فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں، بت اس کے شریک ہیں) سے نہایت ہی بلند و بالاتر ہے۔

صلوۃ و سلام ہو اس کے مقرب ترین نبی اور برگزیدہ بندے پر جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ نبی رحمت و رسول شفاعت ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ذات اقدس پر، تمام انبیاء و مرسلین پر، تمام آسمان و زمین کے ملائکہ پر، آپ کی تمام آل، عزیز و اقارب، صحابہ اور تابعین پر رحمت و سلام کا نزول ہو۔

حمد و صلوۃ کے بعد

ہم سے زیر نظر موضوع اور مسئلہ کے بارے میں متعدد دفعہ پوچھا گیا، ہم نے اس کا جواب دیا، ان دنوں یہ مسئلہ پھر اٹھایا گیا ہے، لہٰذا ہم اس پر دوبارہ تحریر کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال : علماء امت کی اس بارے میں کیا رائے ہے' جو کتب و مجالس میں بیان کیا جاتا ہے کہ خیرالخلق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے تمام کائنات بلند و پست معمور و مالا مال ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرانور میں مقیم ہیں یا نہیں؟

اگر یہ کہو کہ آپ قبرانور میں مقیم ہیں تو پھر اس کلام کا کیا معنی کہ آپ کا وجود مسعود ہر مقام و وجود میں ہے۔ ہر وجود میں آپ کے موجود ہونے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب : الحمدللہ! اے اللہ ہمیں خصوصی علم سے نواز دے اور صواب تک پہنچنے کے لیے راہنمائی فرما۔ (آمین)

اے ہمارے طلب صادق رکھنے والے بھائی اور دوست (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی بدعقیدگی کی بیماری سے محفوظ رکھے اور علوم معرفت سے سیراب فرما دے) اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے تمہیدی گفتگو سے آگاہی نہایت ہی ضروری و لازم ہے۔

ہر عالم کا حال دوسرے عالم سے مختلف ہے

عوالم اور جہاں مختلف ہیں' انسان ماں کے رحم میں دار دنیا کی طرح نہیں ہوتا۔ رحم کی معمولی سی تنگی کو دنیا میں برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے (حالانکہ رحم مادر میں انسان نو ماہ گزار کر آتا ہے) عالم فکر اس دنیا سے بھی بڑا وسیع ہے' کیونکہ جب انسان آنکھیں بند کر کے سوچتا ہے تو عالم نیند اس سے بھی بڑھ کر وسیع معلوم ہوتا ہے۔ اس میں روح ہر جگہ جا سکتا ہے۔ فرش سے لے کر عرش تک اس کی بلندی و رسائی ہو سکتی ہے۔

عالم برزخ، عالم نوم سے بھی کہیں آگے ہے۔ کیونکہ جب انسانی روح بدن (دنیا) سے جدا ہوتی ہے تو اسے قوت فرشتہ کے قریب طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ اسے اب دنیاوی قیود کے دائرہ میں رکھ کر دیکھنا و پرکھنا ہرگز صحیح نہیں رہتا۔ اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے جواب سنئے۔

جب روح انسانی کو قوت ملکی حاصل ہوسکتی ہے تو قوت جنی (جنات کی قوت) تو بطریق اولیٰ حاصل ہوسکتی ہے۔ جن بیک وقت مشرق و مغرب میں حاضر ہیں، اور جن کا حال یہ ہے کہ اسے بیک وقت مشرق و مغرب میں حاضر کیا جا سکتا ہے، مگر یہ انبیاء و اولیاء کی قوت و طاقت کے برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء کو زندگی اور وصال میں وہ قوت بطور انعام دی جاتی ہے کہ وہ ایسا کلام (وحی) کرتے ہیں، جو ان کی طاقت میں نہیں ہوتا اور وہ ایسا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، جو ان کی طبائع کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس عطائے قوت کا مقصد یہ ہے کہ وہ جن و انس کے تمام فضائل کے جامع ہو جائیں، بخلاف جن کے ان کی قوت فقط طبعی ہوتی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جن کا تمثل (اگر جسم ہو) محض خیال ہوتا ہے، اسے دیکھا نہیں جا سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

انه یرا کم هو و قبیله من حیث لا ترونهم (سورۃ الاعراف، ۲۷)

ترجمہ: "وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جیسے تم نہیں دیکھتے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض اولیاء سے ملاقات اور اجتماع از قبیل خصوصیات ہے۔ حضرات انبیاء اور اولیاء میں یہ قوت ان کے شرف و بزرگی اور جنات میں یہ قوت ان کے شر کے سبب ہے۔

عالم حشر و نشر، عالم برزخ سے بھی وسیع ہے، عالم جنت و نار ان تمام مذکورہ عالمین سے کہیں بڑھ کر کشادہ و وسیع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور اس کا محیط علم ان تمام عوالم سے اتنے گنا وسیع ہے کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ

یہ عوالم جن اشیاء پر مشتمل ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک جز اور اس کی معلومات کے مقابل ایک ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے' مثلاً جنت' اللہ تعالیٰ سبحانہ کے پاس جو اجر و ثواب ہے' جنت اس کا ایک جز ہے۔ اسی طرح عتاب و سزا کے لیے دوزخ بھی ایک جز ہی ہے۔

حیات دنیوی' برزخی اور اخروی

اس بنیادی گفتگو سے یہ بات آشکار ہوگئی کہ حیات دنیوی' برزخ اور بہشت روح کے اعتبار سے تو ایک ہیں' لیکن قوت کے اعتبار سے مختلف ہیں' سب سے کم درجہ ادراک' تشکل' تصرف اور احاطہ کے اعتبار سے حیات دنیوی کا ہے۔ اوسط درجہ حیات برزخی کا ہے' کیونکہ بہت سے دنیا سے فوت ہونے والے وہاں حیات طیبہ سے نوازے جاتے ہیں۔ (مثلاً انبیاء' شہدا اور صالحین) اور سب سے اعلیٰ درجہ حیات اخروی ابدی کا ہے۔

موت فنا نہیں' بلکہ دنیا اور آخرت کے درمیان پردہ ہے

علماء محققین امام قرطبی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ موت عدم محض نہیں' بلکہ ایک جہان سے دوسرے کی طرف انتقال اور اہل دنیا اور اہل برزخ کے درمیان حجاب ہے۔ اب میت اس حال پر نہیں رہتی' جو دنیا میں محسوس کیا جاتا تھا۔ یہ تمام اموات کا حال ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ تمام ارواح لطیف ہیں' اجسام کی طرح ثقیف نہیں۔ اگر وہ پابند نہ ہوں اور انہیں اجازت ہو تو وہ جہاں چاہیں' وہاں کی سیر کرتے ہیں۔ اس درجہ و فضیلت میں امت مصطفوی دیگر تمام امتوں کی طرح ہے' لیکن ان کے ارواح کو تصرفات میں دوسروں کی نسبت ایسی خصوصیت و زیادتی حاصل ہے' جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا خصائص سے نوازا ہے۔ جب عام امت کا یہ معاملہ ہے تو علماء' عاملین اور اولیاء عارفین کا درجہ اس خصوصیت میں کہیں بلند ہوگا۔ پھر ان عرفا کے

ائمہ امام اعظم، امام شافعی اور امام مالک کے درجات کا کیا عالم ہوگا؟ اسی طرح اوپر جائیں، ان شخصیات کا درجہ کیا ہوگا، جنہوں نے براہ راست صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پایا اور اب خود اس ہستی کے درجات و تصرفات کا عالم کیا ہوگا۔ امت کے لیے جو نبی شفاعت و رحمت ہی نہیں، بلکہ اولوالعزم رسولوں سے بھی بلند درجہ رکھتے ہیں۔ کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ منصب شفاعت آپ کا ہے یہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر کسی کو حاصل بھی ہوگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوگا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے رب کی اجازت سے شفاعت کریں گے۔ کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے صرف آپ کو ہی وسیلہ بنایا جا سکتا ہے، لیکن یہ بعض کا قول ہے۔ صحیح رائے یہ ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء سے توسل کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے علم میں یہ بھی ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور دیگر بعض انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا اور ملاقات کی۔ یہ ملاقات اسی قوت کی بنا پر ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو ہم سے ہمارے نفوس سے زیادہ قریب ہے، کیا وہ قبر انور میں مقیم ہے یا نہیں؟ تو امام سیوطی کی کتاب "تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الملک" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیا علیہم السلام اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے۔ اسی کتاب میں ہے کہ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کو قبور میں چالیس راتوں تک نہیں چھوڑا جاتا، ہاں اللہ کی بارگاہ میں روز قیامت تک نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ امام سفیان ثوری نے "الجامع" میں نقل کیا کہ ہمارے استاد نے حضرت سعید بن المسیب سے بیان کیا کہ کوئی نبی چالیس راتوں سے زائد قبر میں ٹھہرایا جاتا حتیٰ کہ انہیں اٹھا لیا جاتا۔ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کی طرح ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ بلندی و رفعت میں دیگر انبیاء سے کہیں بلند و بالاتر ہیں۔ کتاب مذکور میں ہی ہے کہ امام عبدالرزاق مصنف میں ثوری سے' انہوں نے ابوالمقدام سے' انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا کہ کوئی نبی زمین میں چالیس رات سے زائد نہیں ٹھہرایا جاتا۔ اس میں ہے کہ امام الحرمین نے "تاریخ" میں' طبرانی نے "کبیر" میں اور ابو نعیم نے "حلیہ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نبی کا بھی وصال ہوتا ہے' اسے چالیس دن قبر میں ٹھہرایا جاتا ہے۔"

اس میں یہ بھی ہے کہ امام الحرمین نے "نہایہ" میں اور امام رافعی نے "الشرح" میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کے ہاں اس بات سے مکرم ہوں کہ مجھے قبر میں تین دن کے بعد چھوڑا جائے۔

امام الحرمین نے دو یوم سے زائد کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اس مقام پر یہ بھی ہے کہ ابوالحسن بن زعفرانی حنبلی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو قبر میں ادھا دن سے زائد نہیں رکھتا۔

میں کہتا ہوں ان مذکورہ احادیث میں بظاہر اشکال ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو اس مفہوم کے بارے میں ہمیں سوال کرتے ہیں' جس پر یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔

درج ذیل نص ان اشکالات کا جواب دے رہی ہے جو مذکورہ کتاب میں بھی ہے اور حافظ ابن نعمان المغربی المتوفی ٦٨٣ھ کی "**مصباح الظلام فی المستغیثین بسید الانام فی الیقظہ والمنام**" میں ہے

نبی کا وسیلہ کام آگیا ہے

"ایک اعرابی آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کا ارشاد

ہے اور آپ کی نازل کردہ کتاب میں ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک فاستغفروا الله و استغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما (النساء ۶۴)

ترجمہ: (اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں، تو وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی سفارش کر دیں تو وہ اللہ کو تواب و رحیم پائیں گے)۔

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کے پاس معافی کی سفارش کروانے کے لیے حاضر ہوں۔ امید کرتا ہوں، آپ میری سفارش فرمائیں گے۔ مزار اقدس سے آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔

یہ نص صحیح اور مقبول اس بات پر صراحتہً دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں مقیم ہیں۔ اشکال ختم کرنے کے لیے حافظ سیوطی کی مذکورہ کتاب میں یہ واقعہ بھی ہے:

۱۔ سید نورالدین ایجی نے ریاض الجنہ میں کھڑے ہو کر یوں سلام عرض کیا: **السلام علیک ایها النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ** تو جتنے لوگ وہاں حاضر تھے، ان سب نے یہ جواب سنا **علیک السلام یا ولدی** "اے میرے بیٹے تم پر سلام ہو۔"

۲۔ شیخ ابوبکر (الدیار بکری) مواجہ شریف میں حاضر تھے۔ عرض کیا، السلام علیک یا رسول اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں سلام کا جواب عطا فرمایا۔

۳۔ ایک ہاشمی خاتون مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر رہتی تھی۔ بعض خدام نے اسے تکلیف پہنچائی۔ اس نے آپ کی بارگاہ اقدس میں شکایت کی تو مزار اقدس سے آواز آئی کیا تیرے سامنے میری سیرت نہیں، جس طرح میں نے صبر کیا، اسی طرح تو بھی صبر سے کام لے۔

جب دست رحمت مزار سے ظاہر ہوا

۴- شیخ احمد رفاعی (اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں نفع عطا فرمائے) جب حج پر گئے تو روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کناں ہوئے:

"جب دور تھا تو میں اپنی روح کو بھیجتا تھا کہ میری طرف سے آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دے۔ اب ظاہری جسم کے ساتھ حاضر ہوں۔ اپنا دست اقدس عطا فرمائیے' تاکہ بوسہ لے سکوں۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم مدیدہ الشریفتہ فقبلھا و عادت۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس عطا فرمایا' انہوں نے چوما پھر واپس لوٹا لیا)

اس طرح کے کئی دیگر واقعات اس کتاب سیوطی میں مذکور ہیں۔

مذکورہ اشکال کا حدیث میں جواب

حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا' میں نے معراج کی رات اپنے بھائی موسیٰ کو دیکھا وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

اس سے بھی تعجب والا واقعہ مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم اقدس کو خوف طوفان کے وقت اپنے ساتھ کشتی میں رکھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں قرافہ کے مقام پر اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر شہر میں الیقوم میں مدفون تھے' دونوں کو بیت المقدس کے پاس بلد خلیل میں منتقل کیا گیا' تاکہ ان دونوں کو ان کے آباء کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ ہر نبی اپنی قبر میں ہی رہتا ہے' اس کا وجود کسی اور جگہ نہیں ہو سکتا تو پھر مذکورہ احادیث پر سخت اشکال وارد ہو جائے گا اور یہ شان انبیاء علیہم السلام کے خلاف اور اس میں ایک نقص ہو گا' کیونکہ دیگر اموات چہ جائیکہ اصفیاء' اولیاء کی مثل ان کی قبور سے دور شہروں میں دکھائی دیے گئے ہیں اور اس امت میں یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہیں کہ قطب وقت سید احمد

البدوی (جو بلاد کفار میں الخطاف کے نام سے مشہور تھے) کے وصال کے بعد قیدیوں کو انگریز نے انکے شہر مثلاً مصر منتقل کر دیا تو شیخ کی قبر پھر لوٹ آئی۔

اختیار نبوی

اس تمام گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے جو بات اللہ کی توفیق سے ہمیں سمجھ آئی ہے، وہ درج ذیل ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال مبارک کے بعد رِضوان کی سب سے پاکیزہ "فردوس جنت کے اعلیٰ درجہ اور مقام وسیلہ کی طرف ترتیب معقول کے مطابق منتقل کر دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ پہلے آپ روضہ مبارک اور مزار عالی میں تشریف فرما ہوئے، پھر آپ کو وہ بلند مقام عطا کیا گیا، جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور یہ وہ درجہ ہے، جس مقام پر تمام اولین و آخرین رشک کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اذن تام عطا فرما دیا کہ آپ آسمان و زمین خشکی و تری یا میدان و پہاڑ کے جس مقام پر بھی تشریف لے جانا چاہیں، تشریف لے جائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت و اہلیت عنایت کر دی کہ مقام وسیلہ پر وصال سے لے کر قیامت کے بعد غیر محدود وقت تک اس طرح موجود رہیں کہ اگر کوئی نبی مرسل یا مقرب فرشتہ آپ کو پکارے تو آپ اس پر متوجہ ہوں۔ آپ اب جس طرح درجہ وسیلہ پر ہیں، اسی طرح حریم کبریا میں بھی ہے۔ اسی طرح مزار اقدس پر سلام عرض کرنے والا سامنے پائے گا، بلکہ آپ کا ہر طالب اپنے آپ کو مطلوب کے سامنے پائے گا، جیسا کہ متفکر اپنی فکر اور عارف اپنے لطیف سر میں آپ کو پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیھم السلام کو جس طرح حظیرہ قدس کے مقام تک لے جانے کے باوجود ان کی اجسام کی مثل و شبح کو قبور میں رکھا ہے، تاکہ اہل زمین

ان سے انس حاصل کریں اور ان کا جسم مثالی جہاں جانا چاہے' جائے' ان پر کوئی رکاوٹ یا پابندی نہیں' قبر میں شیخ کے مقیم ہونے کا معنی صرف اتنا ہے کہ جب کوئی طالب' طلب صادق کرے تو انہیں پا لے' اور اگر کوئی مٹی کھودے تو ان کی ذات کی زیارت کرے۔

اس بات کی مزید وضاحت عنقریب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بھی ہوگی۔

تو زندہ ہے واللہ

حافظ سیوطی نے کتاب مذکور میں اکثر علماء کے وہ اقوال اور ان احادیث کا تذکرہ کیا' جو حالت نوم اور بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے امکان پر دال ہیں' اس کے بعد فرمایا ان تمام اقوال اور احادیث نے واضح کر دیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف فی اقطار الارض و فی الملکوت وھو بھیئۃ التی کان علیھا قبل وفاتہ و لم یتبدل منہ شئی و انہ لغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ تمام زمین اور ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں اور آپ اسی حالت و کیفیت میں ہیں' جو وصال سے پہلے تھی' اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔ آپ ہماری آنکھوں سے صرف غائب ہیں جیسے' ملائکہ حالانکہ وہ اجسام کے ساتھ زندہ ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے' حجاب اٹھا کر آپ کی زیارت عطا فرماتا ہے اور دیکھنے والا آپ کو اسی حالت پر دیکھتا ہے' جس پر تھے۔ اس سے کوئی امر مانع نہیں اور نہ یہ تخصیص کرنے کی ضرورت ہے کہ مثال دکھائی دیتی ہے۔

ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

میں کہتا ہوں ہماری گفتگو بھی انشاء اللہ تعالیٰ امام سیوطی کی طرح ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مرتبہ و مقام ہے کہ آپ کے جسد اطہر سے نہ کوئی زماں خالی ہے اور نہ مکان، نہ کوئی محل خالی ہے اور نہ کوئی امکان، نہ عرش و فرش نہ لوح و کرسی، نہ قلم نہ خشکی و تری، نہ پہاڑ و میدان، نہ برزخ و قبر خالی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ جس طرح عالم بالا آپ سے معمور ہے اسی طرح عالم اسفل اور عالم قبر بھی معمور ہے۔ آپ کو قبر میں مقیم، بیت اللہ کا طواف کرنے والا اور حریم کبریا میں بیک وقت پاؤ گے، کیونکہ درجہ وسیلہ پر قیام سے یہی کمال حاصل ہوتا ہے اور آپ کی مصروفیات کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے۔

کیا یہ بات مسلمہ نہیں کہ اقصائے مغرب میں بیداری یا نوم کی حالت میں دیدار کا شرف پانے والے ان لوگوں سے موافقت کر رہے ہوتے ہیں، جو بعینہٖ اسی گھڑی اقصائے مشرق میں یہی شرف پاتے ہیں۔ جب یہ دیدار حالت نوم ہوگا تو اس کا تعلق عالم خیال و مثال سے ہوگا اور جب حالت بیداری میں ہوگا تو یہ صفت جمال و جلال اور غایات کمال کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا۔

جیسا کہ کسی نے کہا:

"اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں کہ وہ تمام عالم کو ایک میں جمع فرما دے"۔

سوال: یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس معاملہ میں تمہیں کوئی خصوصی اطلاع ہے یا اپنی طرف سے ہی کہہ رہے ہو؟ یہ حال متصور کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے مان لیا جائے کہ جسم واحد تمام مقامات پر ہو سکتا ہے؟

جواب: یاد رکھیے جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، وہ جہنمی ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ اور جو آپ کی شریعت میں کوئی بات اپنی طرف

سے کرتا ہے' وہ بھی مردود قرار پاتا ہے' جو کچھ ہم نے اپنے مدعی پر لکھا ہے' یہ خصوصی فیض والہام ہے۔ اس کی صحت پر انشاء اللہ تعالیٰ اہل فہم میں سے کوئی اس کا انکار نہیں کرے گا' ہاں شاذ و نادر اہل وہم و ابہام میں سے کوئی منکر ہو سکتا ہے۔

ے جب دن کا وجود محتاج دلیل ہو جائے تو پھر کوئی بات بھی درست نہیں

جب تو چاند نہیں دیکھ رہا تو اتنا تو مان لے کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

کون کس پر حجت ہے

صاحب علم جاھل کے لیے حجت ہے' صاحب فہم اس پر حجت ہوتا ہے' جو صاحب فہم نہ ہو۔ اسی طرح محفوظ رکھنے والا اس پر حجت بن جاتا ہے' جس کو حفظ نہ ہو۔ علاوہ ازیں ہمارے درمیان گفتگو نہایت احسن انداز میں رہنی چاہیے اور کوئی بات دلیل کے بغیر درست نہیں ہوتی اور اس مذکورہ مسئلہ پر تو دلائل صحیحہ' سمعیہ اور براہین قطعیہ موجود ہیں۔

۱۔ ایسی دلیل جس پر تمام اہل علم متفق ہیں

دلائل نقلیہ میں سے ایک دلیل یہ ہے' جسے مسلمہ مسانید صحیحہ نے نقل کیا اور تمام حفاظ حدیث اور تمام اہل ظاہر و باطن کے ہاں وہ ثابت ہے۔

انہ صلی اللہ لیلۃ الاسراء رای اخاہ موسی قالمایصلی فی قبرہ

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر انور میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' جب آپ بیت المقدس پہنچے' وہاں بھی انہیں استقبال کرنے والوں میں پایا' دیگر انبیاء کی طرح انہوں نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی' پھر فراق ہوگیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے یا چھٹے آسمان پر پہنچے تو وہاں پھر ملاقات ہوگئی"۔

کیونکہ حدیث میں ہے کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم' دوسرے پر حضرت عیسیٰ'

تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے میں حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ایک روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر بھی ملاقات کا ذکر ہے، تو دونوں جگہ ملاقات ماننے میں بھی حرج نہیں۔ جب یہ شان و مقام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جن کا مرتبہ حضور جیسا نہیں، تو ہمارے نبی تو ہر مقام پر تشریف فرما ہوں گے۔ آپ کا مزار اقدس میں تشریف فرما ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اعلیٰ، افضل اور احق ہوگا۔ یہ اس موجودگی کی طرح ہے، جو چھٹے آسمان پر تھی، حالانکہ آپ صلی اللہ صلی اللہ نے بیت المقدس اور قبر میں دیکھا تھا۔

لیکن تمام کائنات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے معمور اور مالا مال ہونا آپ ہی کا خاصہ ہے، جو حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کو حاصل نہیں، کیونکہ ہمارے نبی معراج کی رات اس مقام تک بلند و قریب ہوئے، جس کے ایک قدم کو بھی کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں پا سکتا۔ اس لیے تمام فرشتوں کا سربراہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر یہ کہتے ہوئے رک جاتا ہے۔

وما منا الا لہ مقام معلوم (سورۃ الصافات، ۶۴)

"ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے"

سیدنا ابراہیم علیہ السلام، ساتویں آسمان، سیدنا موسیٰ علیہ السلام چوتھے یا چھٹے آسمان پر رہ گئے۔

۲۔ قبر میں لفظ ھذا سے سوال

ہمارے مدعی پر ایک نہایت ہی واضح دلیل یہ بھی ہے، جسے تمام مسانید صحیحہ نے نقل کیا اور امام المحدثین امام بخاری نے بھی اسے ثابت رکھا، وہ یہ ہے کہ قبر میں فرشتے میت سے ان الفاظ میں سوال کریں گے۔

ما تقول فی ھذا الرجل

"اس ذات اقدس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟"

اور اسم اشارہ کے بارے میں مسلمہ ضابطہ ہے۔

لا یشار بہ الا لحاضر

(اس کے ساتھ جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہوتا ہے' اس کا سامنے ہونا ضروری ہے)

یہی اس کا حقیقی مفہوم و معنی ہے

بعض اہل علم کا رد

بعض اہل علم کا یہ کہنا' یہاں اشارہ خارجی نہیں بلکہ ذہنی مراد ہے' ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ یہاں اسم اشارہ کے اصلی اور حقیقی معنی سے اعراض و عدول کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ لہٰذا یہاں بلاقیل و قال یہ تسلیم کرنا ضروری و واجب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اطہر سے وہاں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

مذکورہ دونوں دلائل نقلیہ ایسے ہیں، جنہیں ہر وہ شخص قبول کرے گا، جو سلیم الفطرت، سلیم العقل اور سلیم النیت ہوگا۔

دلائل عقلیہ قطعیہ

اب دلائل عقلیہ قطعیہ کا ذکر ہوگا، ان کے بعد ہر وہ شخص مذکورہ عقیدہ تسلیم کرے گا، جس میں کچھ انسانیت ہوگی۔

روح کائنات حضور ہیں

۱۔ آپ ہر موجود کی روح میں ہیں اور کوئی موجود روح سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں کوئی بھی اختلاف نہیں کر سکتا کہ

انہ صلی اللہ علیہ وسلم روح الوجود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وجود کی روح ہیں۔

آپ بتائیے کیا آج تک کسی نے یہ کہا ہے کہ حیات کے ہوتے ہوئے بدن کا کوئی جز روح سے خالی ہوتا ہے، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عوالم علویہ اور سفلیہ کی ہر شئی کا روح ہونا مسلم ہے تو اب اس بات کو بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ان جہانوں کا کوئی جز آپ کے جسد اطہر اور روح انور سے خالی نہیں۔

۲۔ اولیاء کاملین کے مشاہدات

دلائل میں سے ایک دلیل اولیاء کاملین کے مشاہدات بھی ہیں، امام سیوطی اور دیگر اہل علم نے عارف باللہ ابو العباس البطخی کے بارے میں نقل کیا کہ:

"میں استاذ احمد رفاعی کی خدمت میں تعلیم سلوک کے لیے حاضر ہوا، آپ نے فرمایا:

ھل عرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا آپ رسول اللہ کو پہچانتے ہیں۔

تم اپنے شیخ عبدالرحیم القناوی کے پاس جاؤ' تاکہ وہ تمہیں یہ معرفت کروائیں۔ میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا' فرمایا' بیت المقدس چلے جاؤ وہاں معاملہ کھل جائے گا۔ جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردہ ختم کر دیا۔

ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

فرأیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ملئ السموات والارض والعرش والکرسی و ملئ سائر اقطار والاکوان

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ آسمان' زمین' عرش' کرسی اور تمام عالم و کائنات آپ سے معمور تھی۔

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اولیاء عارفین کاملین اکثر طور پر نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شرف پاتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

شیخ عارف باللہ خلیفہ بن موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات پاتے' حتی کہ ایک رات سترہ دفعہ زیارت نصیب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے خلیفہ ہماری وجہ سے تھک نہ جانا۔ بہت سے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

میں کہتا ہوں' حجاب ہماری طرف سے ہے---- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں۔ یہی وجہ ہے جب بندہ کی روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو خواہ نیند کے ساتھ ہو اور وہ اپنی آنکھیں بند کرتا ہے تو آپ کی زیارت کا شرف پاتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھا ہو اور جب بندہ نفس کی خواہشات کو نہ

مان کر اسے ختم کر دیتا ہے' تو پھر بھی نیند اور بیداری میں اس امتی اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حجاب و پردہ ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے استاذ شیخ نورالدین الشونی جامعہ ازہر میں درودوسلام کی محفل میں حالت بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پاتے۔ اس کی علامت یہ ہوتی کہ آپ اس وقت ادبا" کھڑے ہو جاتے اور تمام اجتماع بھی قیام کرتا بعض دفعہ رات کے آخر حصہ میں' بعض دفعہ نصف رات کو اور بعض دفعہ ابتداء مجلس میں ہی دیدار ہو جاتا۔ صبح تک شیخ حالت قیام میں رہتے۔ باب زھومہ کے مقام سیوفیہ پر اپنی خلوت میں دن رات آپ کی ملاقات کا شرف پاتے۔

امام ابوالعباس المرسی کا قول

امام ابوالعباس المرسی فرماتے ہیں:

لو حجبت عن رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددت نفسی من المسلمین

(اگر میں ایک گھڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھوں تو اس میں اپنے آپ کو حالت اسلام میں شمار نہیں کرتا)

اس بارے میں اتنے واقعات ہیں کہ انہیں نہ تو شمار کیا جا سکتا ہے' اور نہ ہی وہ بیان کے محتاج ہیں' بلکہ امت مسلمہ میں وہ معروف و مشہور ہیں۔ ان میں سے کچھ واقعات امام سیوطی کی کتاب "تنویر الحلک" میں ملاحظہ کیجئے' جو اس موضوع پر عظیم کتاب ہے۔

ایک اہم دلیل وجود ابدال بھی ہے کہ ان میں سے ایک وجہ بدل بننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کہیں سفر کر جاتا ہے اور اپنی جگہ اپنی صورت میں کسی شخص کو چھوڑ جاتا ہے۔ قضیب البان کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

میں کہتا ہوں ابدال کا مقام یہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزارہا

امثال کیوں نہیں اختیار کر سکتے؟

نقل صحیح سے یہ ثابت ہے کہ شیخ تاج الدین بن عطا اللہ سکندری رضی اللہ عنہ صاحب کتاب الحکم اور کتاب التنویر کا ایک مرید حج پر گیا' وہ جس مقام پر بھی جاتا مثلاً حرم کعبہ' منیٰ' عرفات اور مزدلفہ وہاں ہی شیخ کو پاتا' جب ان سے ملنے کے لیے بڑھتا تو وہ غائب ہو جاتے۔ مرید نے واپس مصر لوٹ کر شیخ کے بارے میں پوچھا' تو لوگوں نے بتایا خیریت سے ہیں' شیخ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا' کیا تو نے فلاں فلاں جگہ ایسے دیکھا تھا۔ عرض کیا ہاں

ایک اہم دلیل معقولی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بلند مقام پر رکھا ہے' جیسے چاند' تو اسے جب کوئی مشرق سے دیکھتا ہے' مغرب میں بھی ویسا ہی دکھائی دیتا ہے' وہ ایک ہے مگر اس کی روشنی سے تمام کائنات مالا مال ہے۔ اسی طرح سورج کی ٹکیہ اور اسکی شعائیں' ستارے انہیں زمین پر رہنے والے برابر طور پر دیکھتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنے بلند مقام پر رکھا ہے' جو اسی بات کا تقاضا کرتا ہے' اس میں کون سی عجیب بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور مدینہ میں ہونے کے باوجود اس کا معاملہ بھی اسی طرح ہو اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ غیر طیبہ میں آپ کا جسم مثالی دکھائی دے۔ بشرطیکہ دل کا ایسا اندھا نہ ہو کہ اسے کوئی شئی دکھائی ہی نہ دیتی ہو اور کسی شی کو مانتا ہی نہ ہو' جیسا کہ ظاہری نابینا سورج' چاند اور ستارے کو نہیں دیکھتا' حالانکہ وہ سب پر سب سے روشن و واضح ہیں' ہم نے اپنی ایک نظم میں کہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس تمام کائنات میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں قبر انور میں تشریف فرما ہیں' جیسا کہ آسمانی چاند ہے اس کی روشنی سے مشرق و مغرب روشن ہیں۔

ساری کائنات عزرائیل کے سامنے

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عوالم علویہ اور سفلیہ کو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو عزرائیل علیہ السلام کے سامنے کر دیا ہے' کیونکہ حضرت عزرائیل سے پوچھا گیا تم بیک وقت ایسے دو آدمیوں کی روح کس طرح قبض کرتے ہو' حالانکہ ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہوتا ہے' تو انہوں نے فرمایا:

ان اللہ تعالی قد زوی لی الدنیا بجمیع اکوانھا فجعلھا بین یدی کالقصعہ بین یدی الاکل اتناول منھا ماشئت

(اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے اس برتن کی مانند بنا دیا ہے' جو کھانے والے کے سامنے ہوتا ہے' میں جہاں چاہوں گرفت کروں۔)

قبر میں نکیرین

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ برزخ کے معاملات کو دوسرے جہاں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' آپ یہ جانتے ہیں کہ تنگی قبر کے باوجود وہاں نکیرین کیسے آ جاتے ہیں؟ اور کیسے چلے جاتے ہیں؟ اور بیک وقت کئی اموات سے کیسے سوال کرتے ہیں' حالانکہ ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں فوت ہوتا ہے۔

جنت کہاں اور جہنم کہاں؟

اور یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ایک انگلی کے ساتھ قبر میں جنت کا یا جہنم کا دروازہ کھول دیتے ہیں' حالانکہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے اور دوزخ نمکین سمندر کے نیچے ہے۔ (جسے اللہ ہی جانتا ہے۔)

نکیرین جس ذات کے بارے میں سوال کرتے ہیں اس کا درجہ کیا ہوگا؟

الغرض اللہ تعالیٰ' رب' حکمت والا' حلیم' قادر' بلند اور عظیم ہے۔ یہ بات اس کی قدرت میں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت بھی عطا فرمائے جو

اس نے منکر نکیر اور ملک الموت کو عطا کر رکھی ہے' اور اس سے بھی زیادہ کیونکہ ان کا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالیقین نیچے ہے' اس لیے کہ وہ تو میت سے آپ ہی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ ان تمام معلومات کے بعد جو منکر ہے' وہ سخت گمراہی میں ہے جیسا کہ فلاسفہ گمراہ ہوئے' انہوں نے بعض اموات کی ناف میں پارہ رکھ دیا کہ جب ملائکہ اسے اٹھا کر بہائیں تو یہ بہہ جائے گا' لیکن جب انہوں نے بعد میں قبر کو کھودا تو وہ بہا ہوا نہ تھا۔ ہم نے ایک اپنی نظم میں لکھا ہے جس کا عنوان "خیر الوری محمد الشفیع" ہے۔

سارے اونچوں سے اونچا ہمارا نبی

جب تو چاہے کہ میں ایک ایسی ذات کو پاؤں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمام عوالم کو جمع فرما دیا ہے۔

وہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے' انہی کی طرف دیکھ انہیں سے مانگ' تیری آنکھیں' کان اور دماغ ان سے سیر ہو گا۔

تیری آنکھوں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا ہو گا' نہ ہی کانوں نے سنا ہو گا' نہ کسی منہ نے ایسے کی تعریف کی ہو گی۔

اتنے بلند کہ تمام بلندیاں اور عروج ان کے سامنے پست ہے' ان کی بلندی کیسے بیان ہو جو تمام انبیا سے اسقدر بلند ہیں کہ اس بلندی کو کسی آسمان کی بلندی نہیں پہنچ پاتی۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے لیے تمام لوگوں کی مدح قاصر ہے حتیٰ کہ آپؐ تمام جہان والوں کی مدح سے بالا تر ہیں۔

اب تک یہ بات آشکار ہو گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسد اطہر اور روح انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کے وجود سے کوئی زمان' مکان' زمانہ اور وقت خالی نہیں۔

مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

ولی کامل عارف باللہ شیخ عبدالعزیز الدرینی کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ دیرین میں سجادہ نشین ہوئے تو کچھ خاندانی لوگوں نے اعتراض اٹھایا۔ تمام اہل بلاد کا اس پہ اتفاق ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد شیخ عبدالعزیز سمیت تمام سادات اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیں اور جس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں، سجادگی اس کا حق ہوگا۔ تمام اہل علم و شرف اور عوام جمع ہوگئے۔ شیخ نے دوسرے سادات کو کہا پہلے تم عرض کرو۔ ہر ایک نے یہ کلمات عرض کیے: **یا جدی یا رسول اللہ** مگر کسی کو جواب عطا نہ ہوا۔ اس کے بعد شیخ عبدالعزیز نے عرض کیا **یا سیدی یا رسول اللہ**۔ بس عرض کرنے کی دیر تھی، تمام لوگوں نے یہ جواب سنا **لبیک یا عبدالعزیز**۔

ایک جماعت نے یہ بھی نقل کیا کہ شیخ عبدالعزیز کے ساتھ قطار میں جو آدمی تھے، انہوں نے جواب سنا مگر پچھلے نہ سن سکے۔ لہٰذا تین دفعہ عرض کیا تو تینوں دفعہ جواب عنایت ہوا۔ قارئین غور کیجئے آپ کا جسد اطہر طیبہ میں ہے مگر اس کا اتصال شہر دیرین کے ساتھ کتنا ہے۔ اسی طرح کائنات کا ہر گوشہ آپ سے متصل ہے۔ ہمارے شیخ نور الدین الشونی جو شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود و سلام عرض کرتے ہیں، ان کو نیند و بیداری دونوں حالتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت کے ساتھ شرف ملاقات نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

مسانید صحیحہ راجحہ میں بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حالت نیند میں میری زیارت کا شرف پایا، وہ مجھے عنقریب حالت بیداری میں دیکھے گا اور شیطان

ہرگز میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ طبرانی نے اسی طرح کی روایت حضرت مالک بن عبداللہ خشعمی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اور امام دارمی نے بھی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔

یہ حدیث بہت بڑی خوشخبری پر مشتمل ہے کہ جس امتی نے حالت نیند میں دیدار کیا' وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیداری میں بھی آپ کی زیارت اور سلام عرض کرنے کا شرف پائے گا۔ خواہ موت سے تھوڑا پہلے کیوں نہ ہو' اور وہ وقت مشکل ترین ہوتا ہے۔

دم آخر مجھے آقا کی زیارت ہوگی
ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

علاوہ ازیں سلف و خلف میں سے بہت سے اہل معرفت نے بیداری میں دیدار کا شرف پایا اور آپ سے مختلف دینی اور دنیوی معاملات کے بارے میں عرض کیا۔ بعض سے آپ نے منع فرمایا اور بعض کو بجا لانے کا حکم دیا۔ جو فوائد و نقصانات آپ نے بیان فرمائے من و عن اسی طرح ہوا۔ امام سیوطی نے مذکورہ کتاب میں کچھ ذکر کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔

اہل ایمان کی ارواح ماذون ہوتیں ہیں

یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ اہل ایمان کی ارواح کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ جنت میں' آسمانوں پر' قبور میں' اپنے اجسام میں یا قبور کے بالمقابل آسمان یا دنیا میں رہیں۔ مومن میت اپنے زائر اور سلام کہنے والے کو پہچانتی ہے اور اذن الٰہی سے اس کا جواب بھی دیتی ہے اور میت کی اس معرفت میں جمعہ کی رات اضافہ ہو جاتا ہی اور یہ ملاقات و زیارت ہفتہ کی صبح تک جاری رہتی ہے۔ اولیاء اصفیاء کو عام مسلمانوں سے زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر علماء عاملین' شہداء' صحابہ اور آل بیت کو ان سے بھی بڑھ کر خصوصی طور پر یہ مقام ملتا ہے۔

انبیاء حج و عمرہ کرتے ہیں

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اشکال اور ارواح کے ساتھ کائنات میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے' وہ حج و عمرہ کرتے ہیں جیسا کہ وہ اس دنیوی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ (یہ مقام تو دیگر حضرات کا ہے) حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عوالم علویہ و سفلیہ کا گوشہ گوشہ معمور و مالامال ہے۔ کیونکہ آپ تمام بندوں اور عابدوں سے افضل ہیں اور تمام کائنات اپنے مشتملات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی نگاہ میں ہے۔

سوال : آپ نے بہت عمدہ جواب دیا ہے لیکن ایک اور سوال وارد ہوتا ہے جس کا جواب نہایت ہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے پاس ایک فرشتہ کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ وہ درود و سلام عرض کرنے والوں کا درود و سلام آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرے۔ ہاں جمعہ کی رات اور دن کو آپ خود سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ جب آپ ہر جگہ اور زمانہ میں موجود ہیں یا آپ کو مزار اقدس سے اٹھا لیا گیا تو مقرر فرشتہ کی کیا ضرورت ہے؟

جواب : اللہ کی توفیق سے یہ ہے آپ سابقہ گفتگو سے اس بات سے آگاہ ہو چکے کہ تمام کائنات آپ سے معمور ہے۔ اس طرح مزار اقدس بھی جب کہ اسے دیگر مقامات سے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ آپ کا مدفن بنا۔ اسی وجہ سے اسے تمام مقامات سے فضیلت و عزت حاصل ہو گئی جس طرح بادشاہ کے لیے محل اور تخت ہوتا ہے' اس طرح مزار عالی آپ کا محل اور تخت ہے اس لیے محل خدمت بھی وہی ہوگا۔ انسان خدام محض ظاہراً خدمت کرتے ہیں لیکن ملائکہ ظاہراً و باطناً" خادم ہیں اور درود و سلام کا پیش کرنا بطور احترام و خدمت ہے۔ اگر کوئی اس مسافت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے سلام کے درمیان رکاوٹ اور حجاب مانتا ہے تو

اس پر اعتراض ضرور وارد ہوگا۔ کہ قبرانور اور مقدس جالیاں وغیرہ بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع میں رکاوٹ بننی چاہئیں۔ حالانکہ انہیں کوئی رکاوٹ نہیں مانتا۔

تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ وہاں فرشتہ کا تقرر (عدم سماع کے لیے نہیں) بلکہ ادا خدمت اور تعظیم و حرمت کے لیے ہے۔ اس میں جمعہ کی رات و دن کی فضیلت بھی ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہ علم و ادراک میں اور اضافہ فرما دیتا ہے۔ فرشتوں کے تقرر میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ کے جسد اطہر سے متصل مقام' محل زیارت بنا رہے۔ حدیث میں ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ اس میں اس بات پر تصریح اور اطلاع ہے کہ آپ کی بارگاہ کی حاضری صرف اسے نصیب ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی نوازشات' رحمتوں اور بلند درجات سے نوازا ہے۔ جیسا کہ ہمارے استاذ شیخ نور الدین الشونی رحمتہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے جو صبح و شام اور دن رات آپ کی خدمت اقدس میں درود و سلام عرض کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح معاملہ ہے اس عمل کا کہ ملائکہ نبی رحمت و شفاعت کی بارگاہ اقدس میں صبح و شام اعمال امت پیش کرتے ہیں۔

یہ بھی آپ پر مخفی ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ حق خدمت کی ادائیگی اور فرشتوں کی بھی گواہی کے لیے تاکہ اظہار و عدل اور اقامت حجت ہو' ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں اور اللہ تعالیٰ شہید و نگہبان ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صادر ہونے والے تمام معاملات سے آگاہ ہے مگر اس نے کراماً کاتبین فرشتوں کا تقرر فرمایا ہوا ہے۔ دلائل نقلیہ اور عقلیہ میں سے ایک اہم دلیل آپ کے حاضر و موجود ہونے کی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعمال امت (خواہ خیر ہوں یا شر) پر شاہد بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا (الاحزاب'

(۴۵

(اے نبی ہم نے آپ کو شاھد، بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے)

شاہد کے لیے مشود علیہ (جس پر گواہی ہو) کے پاس موجود ہونا اور مشہود الیہ کے لیے ناظر ہونا نہایت ہی ضروری ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ تمام کائنات آپ سے مالامال ہے اور ہر مکان میں حاضر ہیں۔

سوال : اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید (النساء، ۴۱)

(وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے)

دوسرے مقام پر فرمایا:

و کذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداٗ علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا (البقرہ، ۱۴۳)

تو ان آیات میں اللہ تعالٰی نے ہر نبی اور امت کو اسی طرح حضور اور دیگر انبیاء کو بھی معاملہ گواھی میں برابر قرار دیا ہے (تو اس سے تمام امت اور ہر نبی کا ہر جگہ موجود ہونا لازم آتا ہے۔

جواب : اللہ کی توفیق سے جواب یہ ہے کہ برابر کہیں بھی نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں ہے: "آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لایا جائے گا"۔ دوسری آیت میں ہے "رسول تم سب پر گواہ ہوں گے"۔ یہ بھی وارد ہے کہ امت محمدیہ تمام امتوں پر گواہ ہوگی۔ یہ بھی گواہی دے گی ان کو انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ فرمائی۔ اس سے آپ کے ساتھ برابری کیسے ہوگی۔ انبیاء کی شہادت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ وہ دنیوی زندگی میں اپنی امت کے ساتھ رہے۔ حسا" و معنی ان سے آگاہ رہے۔ رہی امت محمدیہ کی گواہی، تو یہ گواہی پر گواہی کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے براہ راست اگرچہ نہیں دیکھا مگر قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں اس کا علم حاصل ہوا ہے۔

اس سے یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ ہر رسول کے وصال کے وقت ان کی شریعت منسوخ اور دوسرے رسول کو بھیج دیا گیا مگر ہمارے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس طرح نہیں بلکہ آپ کی شریعت مبارکہ دائمی ہے۔ آپ کی دعوت تا قیامت باقی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی بھی دائمی ہوگی کیونکہ آپ تمام عوالم میں حاضر ہیں اور ہر مکان و زمان آپ کے وجود مقدس سے مالا مال ہے۔ بلندی میں آپ کی مثال چاند کی طرح ہے اور ہم اس کے تحت نور کی روشنی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم جب بھی نگاہ اٹھا کر دیکھیں خواہ کہیں اور کسی حالت میں ہوں' حالت نوم یا حالت بیداری' حالت قعود ہو یا حالت قیام' ہم اسے اپنے سروں پر ہی پاتے ہیں۔ اگر ہم مشرق چلے جائیں اور دوسرے مغرب' سمندروں کی تہوں میں کشتیوں پہ سواری ہوں یا کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر کچھ بیابانوں میں ہوں یا کسی اور مقام پر' ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے ساتھ ہوں گے جیسے کہ چاند ہر ایک کے ساتھ ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کچھ مقربین اپنے اپنے علاقہ و شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوتے ہیں بہ نسبت ان حجاج کے جو مزار اقدس پر حاضر ہوتے ہیں کیونکہ کچھ حاضر ہوتے ہوئے غائب کی طرح اور کچھ غائب ہونے کے باوجود موجودین سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت بایزید بسطامی کے بارے میں نہیں پڑھا کہ انہوں نے تین دفعہ حج کیا لیکن خصوصی تقرب کے مستحق نہ بنے حتیٰ کہ دوسری دفعہ انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ اس لیے انہوں نے کہا:

> "میں نے تین دفعہ حج کیا۔ پہلی دفعہ بیت اللہ دیکھا مگر رب البیت کو نہ دیکھا۔ دوسری دفعہ رب البیت کو دیکھا مگر بیت کو نہ دیکھا تیسری دفعہ نہ بیت دیکھا اور نہ رب البیت"۔

میں کہتا ہوں ان کے ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ پہلی دفعہ عوام کی طرح کا حج تھا' دوسری دفعہ مقامات فنا کی شروعات تھیں تو وہ ہر محسوس سے فنا ہو گئے

تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی کو وجود حق نہیں پایا "میں نے رب البیت کو دیکھا" اس کا یہی مفہوم ہے ورنہ دنیا میں زیارت باری تعالیٰ کہاں؟ لیکن اس دفعہ بھی ان کا اپنا وجود تھا جس سے انہوں نے دیکھا۔

جب تیسری دفعہ حاضر ہوئے تو اپنی ذات تک فنا کر چکے تھے۔ ان کا دیکھنے کا ذریعہ بھی ساتھ باقی نہ رہا تو قرب حق تعالیٰ میں کلیتہ" فنا ہوگئے۔ اس کی طرف یوں اشارہ کیا میں ایسا فنا ہوگیا کہ فنا بقا سے بدل گیا تو ایسی غیبت حضور سے کئی درجے افضل ہوتی ہے۔ حضرت سھل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں:

"اے مسکین اللہ موجود تھا تو نہیں تھا وہ موجود ہوگا تو نہیں ہوگا تو اب موجود ہوا ہے تو میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اب اسی طرح ہو جیسے کہ تو ماضی میں نہیں تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی ایسے ہی موجود ہے جیسے کہ پہلے تھا"۔

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے جسے امام سیوطی نے "الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام" میں نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپ نے فضا میں کسی کے سلام کا جواب دیا۔ پوچھنے پر یہ فرمایا:

رأیت عیسی ابن مریم یطوف بالبیت فسلم علی و سلمت علیہ۔

"میں نے عیسیٰ کو طواف کرتے دیکھا انہوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے جواب دیا"۔

حافظ ذہبی وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحابی ہونے کا بھی شرف حاصل ہے اور وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ان کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنھم۔ تو ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء و مرسلین اپنے اور دیگر بندوں کے نفع کی خاطر کائنات میں سیاحت کرتے ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجود اقدس سے تمام عالم علویہ و سفلیہ مالامال ہیں۔

اے محترم عزیز حافظ سیوطی (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہمیں بھی خیرالانام کے حوض کوثر پر جمع فرمائے) نے جو لکھا کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات میں تشریف لے جاتے ہیں" کے الفاظ اور مفہوم اس پر دال و شاہد ہے کہ کائنات آپ سے معمور ہے۔ اگر یہ صفت نہ ہو تو لازم آئے گا جب آپ کسی اور مقام پر تشریف لے جاتے ہیں تو مزار انور خالی رہتا ہے اور زائر فقط قبرانور کی زیارت کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی ہرگز قائل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی:

من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ (البیہقی و ابوداؤد)

"جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا"۔

یہ بھی قوی دلیل ہے کہ مشرق و مغرب آپ سے خالی نہیں۔

اس کی یہ تفسیر کرنا کہ اس سے مراد آخرت کی زیارت ہے درست نہیں۔ وہاں تو تمام امتیں دیکھیں گی۔ اس اعتبار سے دنیا میں زیارت کا شرف پانے والا اور محروم دونوں یکساں ہوں گے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں حسا" معنا" جسما" روحا" اور ظاہرا و باطنا" موجود ہیں۔

سوال: امام سیوطی کے کلام سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ جسم اطہر سے جدا ہو کر تشریف فرما ہوتے ہیں اور جسم اقدس مزار عالی میں ہی رہتا ہے؟

جواب: اگرچہ یہ بات فی ذاتہ صحیح ہے مگر سیوطی کے کلام کا یہ مفہوم نہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی انبیاء و مرسلین سے امتیاز کو بیان کرنا ہے اور وہ اس مفہوم سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ شکل و صورت اور تعدد امثال و اشباح تو تمام انبیاء کے لیے بلکہ ابدال اور عام مومنین کے لیے بھی ثابت ہے۔

تم اس واقعہ سے آگاہ ہو جو شیخ ابن قیم وغیرہ نے نقل کیا کہ شیخ صالح المزنی

(امام عبداللہ بن مبارک کے استاد) نماز جمعہ سے لیٹ ہوگئے۔ جب آئے تو انہوں نے قبور پر ارواح متشکلہ کو دیکھا جنہوں نے ان سے کہا آپ تو جمعہ سے لیٹ ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں جمعہ کا علم ہوتا ہے' انہوں نے کہا ہاں فضا میں پرندہ جو کہتا ہے' ہم اسے جانتے ہیں۔ فرمایا وہ کیا کہتا ہے' کہنے لگے اس نے آج کہا ہے تمہیں سلام ہو آج مبارک دن ہے۔ اس بارے میں لاتعداد واقعات ہیں کہ ارواح کو عالم دنیا میں ہونے والے واقعات کا علم ہو جاتا ہے۔

کتاب الروح لابن قیم میں اس پر کثیر واقعات موجود ہیں۔

حافظ سیوطی کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اقدس میں ایسی استعداد اور صلاحیت ودیعت فرما دی ہے کہ اس سے ملاء اعلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام کائنات معمور ہے اور اس کی بنا پر جبرئیل اور اسرافیل جو ملائکہ کے سردار ہیں' آپ سے ملاقات کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اور دیگر محدثین نے تصریح کی ہے کہ حضرت جبرئیل سے پہلے حضرت اسرافیل تین سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہے۔ **واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے نبی' حبیب' خلیل' جلیل' مصطفیٰ' نبی رحمت' نبی شفاعت' صفا و مروہ میں سعی کرنے والوں میں سے سب سے افضل کے جھنڈے کے نیچے جمع فرمائے۔ جنت میں آپ کے پڑوس میں رہنا نصیب ہو' ہمارا حشر آپ کے آل و اصحاب' خلفا خصوصاً حسنین کریمین اور آئمہ اربعہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ ہو۔ **والحمد للہ رب العالمین۔ امین۔**

نوٹ: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ ترجمہ ۳۱ مارچ ۱۹۹۶ء بروز اتوار شروع ہوا' ۱۴ اپریل بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ بجے بمقام جامع رحمانیہ شادمان میں تکمیل پذیر ہوا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

رسالة فى إثبات

وجود النبى فى كل مكان

صلى الله عليه وآله وسلم

للعلامة الكبير السيد

حسين بن محمد الشافعى

رحمه الله تعالى

الناشر

دار جوامع الكلم

مشيخة الطريقة الجعفرية

١٧ ش الشيخ صالح الجعفرى - الدراسة - القاهرة - ت : ٩٢٧٣٦٧

بسم الله الرحمن الرحيم

كلمة الناشر

الحمد لله الذى جعلنا من أمة خير الأنام سيدنا محمد عليه أفضل الصلاة وأزكى السلام .

وبعد

فإن الله تبارك وتعالى اتخذ نبينا ﷺ حبيبا وخليلا ، وفضله على سائر الأنبياء والمرسلين ، وعلى الملائكة المقربين ، وعلى سائر خلق الله أجمعين .

وقد أخبر الله تعالى فى تنزيله عن الشهداء بأنهم أحياء عند ربهم يرزقون واستدل العلماء المحققون بذلك على حياة نبينا ﷺ فى قبره الشريف حياة برزخية تفوق حياة الشهداء .

وصاحب هذه الرسالة التى نقدمها للقراء ألف رسالته لاثبات هذه الحقيقة السابق ذكرها ، وزاد عليها إثبات وجوده ﷺ فى كل مكان ، بمعنى أنه ليس بغائب

عن أمته ، فحيثما وجُد المحبون له ﷺ ، والمتبعون لسنته الغراء ، فهو موجود معهم بأنواره وبركاته وأسراره وموجود بمحبته ، وباتباع سنته ، كانه مشاهد لهم وكيف يغيب عنْ الأمه وهى مامورة بالتسليم عليه فى كل صلاة حيث يقول المؤمن فى تشهده : السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته ، ومثل هذا إنما يقال للحاضر المشاهد ، ولا يقال للغائب .

ودار جوامع الكلم الجعفرية تقوم بنشر هذه الرسالة إيمانا منها بأهمية بعث التراث الصوفى ونشره لما فى ذلك من الفوائد التى تحيا بها القلوب والأرواح .

والله من وراء القصد

وهو نعم المولى ونعم النصير

دار جوامع الكلم

[هذه الرساله الشريفة ضمن مخطوطات مكتبة

الأزهر الشريف [العامرة] تحت رقم: ٢٠٩٥

٢٣٢٤] تصوف

[مكتبة عامة] من ص ١ الى ص ٢٧ .

تقديم

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

الحمد الله الذي بعث فى الأميين رسولا منهم، وشرّفهم به حتى إنّ كل نبى تمنى أن يكون منهم، فأعطاهم أمنيّاتهم، إذ صلى بهم إماما ليلة الإسراء في بيت المقدس تكريما له، وتشريفًا لهم، صلوات الله وسلامه عليه وعليهم أجمعين.

والصلاة والسلام على رحمة الله الكبرى، ومنته العظمى وسلسبيله الدائم، سيدنا ومولانا محمد بن عبد الله صلى الله عليه و على آله وصحبه وسلم.

وبعد: فإن الكلام عن سيدنا رسول الله ﷺ وحياته، وانتقاله، وبرزخه، وما إلى ذلك لا ينفد، وكل يدلى بدلوه، فيغرف على قدره، ولكن الكل عاجز عن إيفائه حقه وتقديره قدره ﷺ إذلايعلم قدره إلا من خلقه سبحانه وتعالى.

وقد كتب عنه كثير من أفاضل العلماء رسائل وكتبًا، وكل منهم انتحى ناحية من نواحيه، وأخذ جانبا من جوانب حياته.

فمنهم من كتب عن نشأته وحياته

ومنهم من كتب عن الجانب الأخلاقى فيه .

ومنهم من كتب عن الجانب البيْتىّ .

ومنهم من كتب عن صحبته و كيف كانت معاملته مع أصحابه .

ومنهم من كتب عن جانب العبادة وصلته بربه سبحانه وتعالى . . . الى آخره .

ولكن صاحب هذه الرسالة رحمه الله تعالى انتحى جانباً آخر، جمعه مما هو متناثر فى بطون الكتب ، أو عن طريق الوهب الإلهى والمدد الربانى ، فكتب هذه الرسالة ، وببركته ﷺ ، كانت ــ على صغرها ــ مفعمة بالحقائق النورانية ، ولا ينازع فيما ذكرتْه إلاّ منازع عنيد ، أو جاهل غبى .

ولعل أغرب ما فيها عنوانها ، فإنه مثير ، ولكنه يثير أهل الحقائق إلى معرفة شيء من حقائقه ﷺ كان غائبا عنهم ويفتح لهم باب التنزه فى حدائقه الغنّاء ، وبالطبع : يثير أهل الحقد إلى مكنون أحقادهم ،

فيـريشـون سهـامهم ويقـذفـونهـا فى كل جـانب على عادتهم ، ونسأل الله لناولهم الهداية .

هـذه الـرسالـة التى نقـدم لهـا الآن طبعت من عـدة سنوات باسم « تعريف أهل الإسلام والإيمان بأن النبى ﷺ لايخلو منه زمان ولا مكان » وحققها الأستاذ الفاضل «أحمد محمد مرسى النقشبندى» أكرمه الله ، وجزاه خيرا عن نبيه ﷺ ، وعن المسلمين بمنه وكـرمـه ، وذكر أنـه نقلهـا من كتـاب « جـواهـر البحـار» للشيخ المحب للجنـاب النبـوى الأكـرم الشيـخ « يـوسف إسمـاعيل النبهـانى » رحمـه الله تعـالى ص ٤٧٩ ، وأن الشيخ النبهانى رحمـه الله تعالى اعتقد أنها للعلامـه «على نور الدين الحلبى» صاحب السيرة الحلبية رحمه الله تعالى ورضى عنه ، واعتقدت ـ أنا كاتب هذه السطور ـ كذلك أنها لـه ، ولكن يشاء الله تعـالى أن يكشف حقيقـة نسبة هـذه الـرسـالـة : لمن؟ حيث كنت أبحث ـ فى مكتبة الأزهـر الشـريـف ـ عن بعض رسـائل فى التصوف ، خصوصا ما يتعلق بالشيخ الأكبر محيى الدين بن عـربى ، فإنى أحبـه حبـا لا يـوصف ، فعثرت على

رسالة : عنوانها «رسالة فى إثبات وجود النبى ﷺ فى كل مكان » [تحت رقم :

٢٠٩٥
تصوف
٢٣٢٤

مكتبة . عامة]

ففرحت بها ، ونسختها على زعم أنها شيء جديد غير الرسالة التى ذكرتها آنفا .

وجاء على الوجه الأول من الرسالة ما نصه : « وقفت هذه لله تعالى ، فلا تباع ولا توهب كنص شروطنا فى ١٤ جما سنة ١٣٠٠ هـ

قاله الفقير محمد شحاته على » إهـ

وكلمة «جما» اختزال جماد أول ، فإنه لو كان فى جمادى الثانى لذكره بالصريح .

وفى آخر المخطوطة مانصه :

« تمت على يد كاتبه الحقير الفقير : حسين بن محمد الشافعى غفر الله له ، ولمن قرأ فيه ، ولمن تسبب

فى كتابته، آمين، سبحان ربك رب العزة عما يصفون. وسلام على المرسلين ، والحمد لله رب العالمين» اهـ.

وقد حاولت ــ فيما عندى من كتب التراجم ــ أن أعرف من هو « حسين بن محمد الشافعى فلم أتمكن، ولعل الله تعالى أن أمد أجلى أن أعرفه فيما بعد، ونعرفه ونثبته فى الطبعة القادمة إن بقى الأجل

والله الموفق والهادى للصواب. »

والمطبوعة باسم « تعريف أهل الإسلام » .. إلى آخره، آخرها:

« . . . وحشرنا مع آله وأصحابه السادة الحنفا، خصوصا الأربعة الخلفا: أبا بكر، وعمر، وعثمان، وعلى، رضى الله عنهم أجمعين. والحمد لله رب العالمين[1]» إهـ.

ثم ساورنى شك فى نص الرسالة: هل هى المطبوعة أو غيرها، فبدأت - بعد نسخها بالكامل - فى قراءتها قراءة مقابلة، فوجدت النص هو هو بعينه، لم يُخْرمْ منه

---

(١) هكذا هى

شيء، ثم قفــز إلــى عقلى شيء أثناء القــراءة، هو أن كاتب هذه الرسالة يقول مانصه:

«واعلم أن آخــر من اجتمعنــا عليــه من المشــايخ العارفين، من أصحاب التسليـك، الهادين المهديين، الشيخ نــور الــدين الشونــى، صاحب الحــال النبــوى، والمدد المصطفوي ،الذى كـانت له الصلاة على النبىّ ﷺ دأبه ليلا ونهاراً» إلى آخره.

فتأكدت أن هذه الرسالـة ليست للعلامة « نور الدين الحلبى» رحمه الله تعالى، وإنما هى لشخص آخر، هو تلميذ من تلامذة الشيخ «على نور الدين الشونى» رحمه الله تعالى ،ذلـك لأن الشيخ «على نور الديـن الشونى» تـوفى عـام ٩٤٤ هــ وولـد العـلامـة «على نــور الـدين الحلبى» عام ٩٧٥ هــ ، وتوفى عـام ١٠٤٤ هـ فكيف يجتمع بشخص مـات قبل ميلاده بــ : واحد وثـلاثين عاما.

والدليل على أن هذه الرسالة للفاضل الشيخ «حسين ابن محمد الشافعى» رحمه الله قوله فى بدء الرسالة «وقد رفع إلينا سؤال» إلخ، وقوله فى آخرهـا « تمت على يد

كاتبه الحقير الفقير : حسين بن محمد الشافعى غفر الله له ، ولمن قرأ فيه ، ولمن تسبب فى كتابته»

وهذا يفيد أنها من تأليفه هو رحمه الله تعالى .

وقول الأستاذ الفاضل المعلق على الطبعة الأولى فى هامش ص١ « وهى تأليفه كما هو مكتوب على ظهر نسختها» إلخ ، لعلها كانت من ممتلكاته لامن مؤلفاته .

والذى يعنينا من هذا كله : موضوع الرسالة ومعرفة مؤلفها ، وقد أسفر الصبح ، وقشع كل ظلام .

ولله الحمد فى الأولى والآخرة ، وإليه المرجع والمآب .

وأشهد أن لا إله الا الله وحده لا شريك له ، وأن محمداً رسول الله . صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم .

المحقق

عبد الرحمن حسن محمود

بسم الله الرحمن الرحيم
وبه نستعين

الحمد لله الذى لا يخيب من قصده، بل كل من قصده صادقا وجده.

تعالى علوا كبيراً عن أقوال من جحده.

والصلاة والسلام على أفضل نبى تقرب إليه وعبده: محمد نبى الرحمة والشفاعة الذى لا نبى بعده.

صلاة الله وسلامه عليه وعلى جميع الأنبياء والمرسلين، وعلى ملائكة السماوات والأرضين، وعلى جميع الآل والقرابة والصحابة والتابعين.

وبعد:

فقد سبقت منا الكتابة مراراً فى المعنى الذى وضع له هذا التصنيف، وتقدمت الإجابة عن الأسئلة من نوع هذا الترصيف، وقد رفع إلينا سؤال، هو الآن فى ذلك المعنى: ألزم إعادة الكتابة فى التأليف(١) صورته بعد البسملة الشريفة.

---

(١) فى المخطوطة بعد كلمة «التأليف» ما نصه: « ذلك المغزى والمغزى، وذلك له المبنى».

« ما تقولون فى معنى قولكم تصريحاً وتلويحاً، فى كتبكم ومجالسكم : من أن سيدنا محمداً صلى الله عليه وآله وسلم خير البرية : ملأ العوالم العلوية والسفلية ، فهل هو مقيم فى قبره أولا ؟؟؟

وإذا قلتم بأنه مقيم فى قبره ، فما معنى وجوده بكل حيز ووجود ؟؟؟

و ما معنى : حضوره فى كل موجود؟؟؟ »

فأجبنا عن ذلك بما صورته :

« الحمد لله .

اللهم ألهمنا إلهاماً، وهداية لإصابة الصواب .

اعلم أيها الأخ الصادق، والمريد الموافق، شفانى الله وإياك من داء الغموم، وسقانى وإياك من دلاء العلوم : أنه لا بد من تأسيس أصل لهذا الجواب[1] وهو أن العوالم مختلفة والأكوان متباينة ، فكون الإنسان

---

(١) وذلك لأن كل فن لابد له من مقدمة يتضح بها المعنى ويظهر النهج ، ويستقيم فهم القارىء فى ذهنه ، ويعرف أسلوب الكتاب وما يقصد إليه المؤلف ، فيكون كمصباح يضيء له طريقه فى سراديب الأسطر وحنايا الكلمات .

ببطن أمه ليس ككونه فى دار الدنيا، لأنه لا يصبر حينئذ على أدنى ضيق كان معه فى الرحم.

وعالم الفكر أوسع منه، بدليل أن الإنسان متى أغمض عينيه وفكر فى نفسه: اتسع عليه الحال.

وعالم النوم أوسع منه، بدليل أن الروح تذهب فيه كل مذهب، وفيه تعرج من الفرش إلى العرش.

وعالم البرزخ أوسع منه، لأن الروح متى تجردت عن البدن صارت إلى قريب من قوة الملك، فلا يصح أن تقاس على حال حبسها فى الدنيا.

ولهذا المعنى: يصح ويتضح وينهض مقصود هذا الجواب.

وإذاقلنا: إن لها حينئذ قوة ملكية، فتحصيلها للقوة الجنيّة أولى بها، مع أن الجن متى استحضرهم الطالب فى مندل، وكان فى أقصى المشرق، واستحضرهم آخر كذلك، وكان فى أقصى المغرب، حضروا معهما جميعا.

ولامساواة لهم بالأنبياء والأولياء فى ذلك، لأن ذلك إنما كان يكون للأنبياء والأولياء: حياة وموتا: تشريفالهم من جهة كونهم تكلموا بما ليس

فى مقدورهم ، وتحملوا ما ليس فى مطبوعهم ، ليجمعوا بين فضائل الثقلين : بخلاف الجن ، فإن ذلك لهم بالطبع[1].

وأيضا ، فتمثل الجن فى المندل - إن صح - فإنما هو خيال محض ، وإلا فقد قال الله تعالى - إنه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم[2]

وأما اجتماع النبى ﷺ وبعض الأولياء بهم فمن قبيل الخصوصيات .

فكان ذلك المعنى للأنبياء والأولياء من باب تناهى القوة فى الشرف ، وللجن من باب تناهى القوة فى الشر.

وعالم الحشر والنشر أوسع من عالم البرزخ .

---

(١) أى القوة التى أودعها الله تعالى فيهم على التخفى وغيره .

(٢) سورة الأعراف ، الآية : ٢٧ . أى طبيعته أنه لا يرى ، ولكن إذا أحب الجن أن يظهر تشكل فى صورة وظهر ، بدليل الجن الذى ظهر لسيدنا أبى هريرة رضى الله عنه وأخذ من مال الزكاة وقبض على يده ثلاث مرات فى ثلاثة أيام متوالية ، وعلّم أبا هريرة أن آية الكرسى تمنعه من الجن وأذاهم ، وقال له رسول الله ﷺ «أما إنه صدقك وهو كذوب : تعلم من تخاطب منذ ثلاث ليال يا أبا هريره؟؟ ذاك شيطان» راجع تفسير ابن كثير عند تفسير آية الكرسى .

وعالم الجنة والنار أوسع من تلك العوالم كلها .
وفضل الله تعالى وسعة رحمته ، وإحاطة علمه أوسع من أضعاف تلك العوالم وتلك الأكوان ، لأنها بما حوت وما وعت : جزء من تفضلاته تعالى ، ودقيقة من معلوماته عزوجل
كما أن الجنة بعض ثوابه تعالى سبحانه ، والنار بعض عقابه تبارك اسمه .
ومن تأسيس هذا الأصل : فَهْمُ(١) أن الحياة الدنيا والبرزخ ، والبعث(٢) : متحدة من جهة الروح ، مختلفة

---

(١) بفتح الفاء وسكون الهاء .
(٢) ذلك لأن الروح خلقت من قبل خلق الأرض والعالم الأرضى ، وأعدت من قبل لجسد معيّن ، ستتركه فترة معينة ، هى فترة البرزخ وستعود إلى جسدها مرة أخرى عند إحياء الله تعالى الجسد مرة أخرى للعرض والحساب ، وتلك هى المرحلة الأبدية التى لا فناء بعدها ، لأن الله تعالى قضى ذلك .
وقد ورد فى الحديث الصحيح أنه بعد دخول أهل الجنة الجنة ، وأهل النار النار ـ ونسأل الله سبحانه وتعالى أن يعيذنا ـ حتى من منظرها ـ ينادى مناد بين الجنة والنار، فيقول : « يا أهل الجنة خلود بلا موت و يا أهل النار خلود بلا موت»
وقول الله تبارك وتعالى عن أهل الجنة ـ هم فيها خالدون ـ وعن أهل النار ـ هم فيها خالدون ـ قاض فى ذلك .

من جهة القوة، فأدناها بطشا و إدراكا وتشكلاً، وتصرفا و إحاطة: حياة الدنيا، وأوسطها حياة البرزخ. فرب ميّت لما مات عاش (١)

وأعلاها: الحياة الأخروية الأبدية.

وإذاً فقد تمهدت طريقنا: وهو أن المحققين من العلماء قاطبة - كما قال القرطبى وغيره - ذهبوا الى أن الموت ليس بعدم محض؛ بل طريق انتقال من عالم الملك إلى عالم الملكوت، وحجاب بين أهل الدنيا وأهل البرزخ، فيكون الميت ليس على الحالة التى كان يُحَسّ به فيهاَ وعليها، وبها، فى دار الدنيا.

هذا معنى كلامهم فى سائر الأموات.

وقالوا: إن الأرواح كلها لطيفة، ليست ثقيلة ولا كثيفة كالأجسام: تسرح وتمرح حيث شاء الله تعالى، إن كانت مأذونة وليست مسجونة (٢)

---

(١) كالأنبياء والشهداء، والعلماء، والمؤذنين، والصالحين. وغيرهم. هؤلاء لما انتقلوا من الدنيا عاشوا العيشة الحقيقية: عيشة الكرامة والعز الذى لاذل بعده، فهم - أحياء عندربهم يرزقون -

(٢) إذ أن أرواح اليهود والنصارى وعبدة النار وكل مشرك مسجونة في البرزخ، حتى إذا كانوا يوم القيامة دخلوا السجن الأبدى الذى لا يخرجون منه أبداً، ولا يقام لهم ميزان، قال الله تعالى - فلانقيم لهم يوم القيامة وزنا - لأن الوزن =

فعلى هـذا تكـون هـذه الأمـة كسـائر الأمم فى ذلك المعنى .

ولاشك أن لهـا اختصـاصاً أيضـا بـزيـادة تصرفـات لأرواحها ، ليس لغيرها من الأمم السابقة مشاركة بمعانيها فيه .

كما خصهـا الله تعالى ـ عن سائر الأمم ـ بخصائص لا تكاد أن تحصى .

و إذا كان الأمر كذلك ، فلعلمائها العاملين ، وأوليائها العـارفين : زيـادة مـزية ، ومـزيـد اختصـاص فى تلك المنقبة العلية .

ولأئمـة علمـائها ، كـالإمـام الأعظم(١) والشافعى ، والإمام مالك : من ذلك أعظم المزايا .

ويتزايد الحال بمزيد العلم والصحبة الشريفة (٢) إلى

= للمؤمنين أما الكافرون جميعاً فمن موقف العرض إلى جهنم قال الله تعالى ـ ولا يسئل عن ذنوبهم المجرمون ـ وقال تعالى ـ فلانقيم لهم يوم القيامة وزنا .

(١) إذا قيل : الامام الأعظم ، فهو الإ مام أبو حنيفة النعمان بن ثابت .

(٢) أى أصحـاب المصطفى ﷺ ، فإنهم أعظم من كل من جاء بعـدهم ، وهم أعظم من أصحاب كل نبـى ، صلوات الله وسلامـه على جميع أنبيائه وآلهم وأصحابهم ومن تبعهم ، فإنهم على طريق الله تعالى .

أن ينتهى الشرف الأعلى والمجد الأسنى ـ كما بدأ ـ إلى نبى هـذه الأمـه : محمـد صلى الله عليـه وآلـه وسلم نبى الشفاعة والرحمة. فإن له اختصاصا فى خصوص ذلك المعنى على سائر أولى العزم من المرسلين.

ألا تـرى أن منصب الشفاعـة لـه، ليس لأحـد منه شيء، إلا أن يكون بإذنه[1]

كما أنه لا يشفع إلا بإذن من ربه تعالى.

ألا تـرى أنه لا يجـوز لأحـد أن يتوسل بأحـد إلى الله تعالى من خلقه إلا به[2].

هذا على قول بعضهم.

والصحيح أنـه يجـوز التـوسل إلى الله تعـالى بجميع أنبيائه وأوليائه.

ألا ترى أنـه رأى موسى ـ كما سيأتى ـ ورأى الأنبياء فى بعض السماوات، ولم يـرهم إلا بالمعنى الذى أراده الله تعالى له، وأراد الله تعالى وضع هذا الكتاب لأجله.

وحينئذ فقد عرفت بهذا تمـام تصرفه ﷺ فى الكون، وغاية سيره فى الوجود للغوث والعون.

(١ ، ٢) الضمير هنا راجع إلى النبىّ ﷺ، فإن الله سبحـانه وتعالى أعطاه منصب الإذن بالشفاعة لمن أحب ﷺ.

على أن جسمه الشريف الـذى هـو منا بأنفسنا أولى(١) هل هو مقيم فى قبره أو لا ؟

ففى كتاب الحافظ السيوطى المسمى بـ « تنوير الحلك فى إمكان رؤية النبى ﷺ والملك » عن أنس أنه ﷺ قال : «إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم»

وفيه أيضا : أخرج البيهقى عن أنس ، عن النبىّ ﷺ :

« إن الأنبياء لا يتركون في قبورهم أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدى الله تعالى حتى ينفخ فى الصور» . (٢)

وفيـه أيضـا : « روى الإمـام سفيـان الثـورى فى «الجـامع» . قـال : قـال شيخ لنـا ، عن سعيـد بن المسيب : قال :

---

(١) لقول الله تعالى ـ النبىّ أولى بالمؤمنين من أنفسهم ـ الآية ٦ السادسة من سورة الأحزاب ، وهى محكمة وليست بمنسوخة ، أى حكمها قائم الى يوم القيامة والبعث . وقد قال ﷺ «حياتى خير لكم تحدثون ويحدث لكم ، فإذا أنا مت كانت وفاتى خيراً لكم تعرض على أعمالكم ، فإن رأيت خيراً حمدت الله ، وإن رأيت شرا استغفرت لكم » رواه ابن سعد ، وله ألفاظ أخرى ورواة آخرون .

(٢) ونصها كما فى ص ٤٦ ، ٤٧ من طبعة « دار جوامع الكلم» وأخرج أبو يعلى فى مسنده ، والبيهقى فى كتاب «حياة الأنبياء» عن أنس أن النبىّ ﷺ قال : «الأنبياء فى قبورهم أحياء يصلون » و أخرج البيهقى عن أنس عن النبى ﷺ قال «الأنبياء لا يتركون فى قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدى الله تعالى حتى ينفخ فى الصور »

« مـا مكث نبى فى قبـره أكثـر من أربعين ليلـة حتى يرفع »

قـال البيهقى : «فعلى هـذا يكـون كسـائر الأنبيـاء»(١) انتهى .

قلت : بل أجلُّ وأخـص لـزيـادة الـرفع والـرفعـة فى المكان والمكانة . والله تبارك وتعالى أعلم .

وفى الكتاب المذكور أيضا : روى عبد الرزاق فى مصنفه عن الثورى ، عن أبى المقدام ، عن سعيد بن المسيب . قال :

« ما مكث نبى فى الأرض أكثر من أربعين ليلة » .

وفيه أيضا : أخرج إمام الحرمين فى تاريخه ، والطبرانى فى الكبير ، وأبـو نُعَيم فى الحلية ، عن أنس قـال : قال رسول الله ﷺ :

« مـا من نبـى يمـوت فيقيم فـى قبـره إلا أربعين صباحاً » .

وفيه أيضا : أن إمـام الحرمين فى «النهايـة» والإمـام الرافعى فى «الشرح» رويا أن النبىّ ﷺ قال :

---

(١) الضمير فى «يكون» عائد إلى حضرة المصطفى ﷺ .

«أنـا أكـــرم على ربى من أن يتـركنى فى قبــرى بعـد ثلاث»

زاد إمام الحرمين: «وروى: أكثر من يومين»

وفيه أيضا: ذكرأبـو الحسن بن الزعفرانى الحنبلى فى كتبه حديثـاً: «إن الله تعالى لا يترك نبيا فى قبـره أكثر من نصف يوم».

قلت: وهـذه الأحاديث كلهـا مستشكلة[1] خصوصاً عند الملحين علينا فى الأسئلة . عن المعنى الذى وضع لأجله هذا الكتاب من أهل زماننا.

ويـوضح الإشكال: مـا فى الكتاب المـذكور، وهـو أيضا فى كتـاب « مصبـاح الظلام فى المستغيثين بسيد الأنــام فى اليقظـة والمنـــام » . للحـافظ ابن النعمـان المغربى[2] من أن أعـرابيا جاء ثـم قال: يـا رسول الله،

(١) عبر بقـوله «مستشكلة» أى أوجـد الناس فيهـا إشكالات، أو هى فى ظاهرها فيها إشكالات، لكن الواقع والحقيقة أنه: لاإشكال فيها عند أهل البصيرة بالحديث، وهم فقهاؤه، لا الدخلاء.

(٢) هـو الشيخ شمس الدين أبـو عبد الله: محمـد بن موسى بن النعمـان (المراكشى، المزنى، البهتانى، الفـاسى، المالكى) المتوفى سنة ٦٨٣ [كذا من كشف الظنون].

قد قُلْتَ فوعينا قولك، وكان فيما أنزل عليك ـ ولوأنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما[١] ـ وقد ظلمت نفسى وجئتك مستغفرا[٢] وأرجوك أن تستغفر لى، فنودى من القبر: إنه قد غفر لك[٣]

فهذا النص الصريح المقبول الصحيح: يدل على أنه ﷺ مقيم فى قبره موجود.

---

(١) سورة النساء، الآية: ٦٤

(٢) أى مستغفرا الله عندك، وقوله «أرجوك أن تستغفر لى» موضح لذلك.

(٣) وفى تفسير ابن كثير لهذه الآية قال:

«وقد ذكر جماعة، منهم أبو منصور الصباغ، فى كتابه «الشامل» الحكاية المشهورة عن العتبى، قال: كنت جالساً عند قبر النبى ﷺ، فجاء أعرابى فقال: السلام عليك يا رسول الله سمعت الله يقول ـ ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ـ وقد جئتك مستغفراً لذنبى، مستشفعاً بك إلى ربى، ثم أنشا يقول:

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه ... فطاب من طيبهن القاع والأكم
نفسى الفداء لقبر أنت ساكنه ... فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ويوضح الإشكال ما فى كتاب الحافظ السيوطى أيضا من أن السيد « نور الدين الأيجى » وقف بالروضة الشريفة، ثم قال:

« السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته» فسمع مَنْ كان بحضرته من القبر قائلا يقول: عليك السلام ياولدى»

وان الشيخ أبا بكر (الديار بكرى) وقف بإزاء وجه النبىّ ﷺ فقال:

«السلام عليك يا رسول الله» وأنه ﷺ رد عليه السلام.

وأن امرأة هاشمية كانت مجاورة بالمدينة الشريفة، وكان بعض الخدام يؤذيها، وأنها شكت إلى النبىّ ﷺ فسمعت قائلا من الحجرة الشريفة يقول:

« أمالك فىّ أسوة؟؟؟ فاصبرى كما صبرت» أوكما قال:

= ثم انصرف الأعرابى، فغلبتنى عينى، فرأيت النبىّ ﷺ فى النوم، فقال: يا عتبى، ألحق الأعرابى وبشره أن الله قد غفر له » اهـ.

وكتاب الشامل الذى ذكره الشيخ رحمه الله تعالى، هو: «الشامل» فى فروع الشافعية لأبى نصر محمد بن عبد السيد بن محمد المعروف بـ «ابن الصباغ» المتوفى ٤٧٧ هـ كذا فى كشف الظنون.

وأن الأستاذ سيدى أحمد الرفاعى نفعنا الله ببركاته، لما حج وقف تجاه الحجرة الشريفة وأخذ يقول:

في حالة البعد روحى كنت أرسلها
تقبل الأرض عنى وهى نائبتى
وهذه دولة الأشباح قد حضرت
فامدد يمينك كى تحظى بها شفتى (١)

---

(١) وهى قصة صحيحة والحمد لله رب العالمين، وليست من وضع الصيادى كما قال بعضهم، وقد استشهد بها كثير من أهل العلم والحمد لله رب العالمين راجع هذه القصة فى كتاب تنوير الحلك طبعة مكتبة «دار جوامع الكلم» ص ٣٠

وفى الخطط التوفيقية ص١١٨ جـ ٤ الطبعة الأولى سنة ١٣٠٥هـ مانصه:

فى كتاب «ترياق المحبين» المطبوع فى سنة ١٣٠٥ ألف وثلاثمائة وخمسة قال تقى الدين عبد الرحمن بن عبد المحسن الواسطى المولود سنة ٦٧٤ أربع وسبعين وستمائة هجرية، المتوفى سنة ٧٤٤ أربع وأربعين وسبعمائة نقلا عن عز الدين أحمد الفارقى الواسطى قال: أخبرنى والدى أبو إسحق إبراهيم الفارقى عن أبيه أبى الفرج عمر الفارقى أنه قال: كنا مع السيد الكبير محيى الدين أحمد بن الرفاعى ذات يوم مع جماعة كثيرة من أهل الله بواسط، فقام وصاح صيحة مدهشة، وقال «الله» نوديت من العلا أن يا أحمد قم وزر جدك المصطفى ﷺ فإن هناك أمانة يؤديها إليك، فأنا عازم على الزيارة: ماذا تقولون؟.

... ...

= فقام السيد عبد الرازق الحسينى وأنشد :

مركـــل أمـــر، فإنـــا لا نفارقـــه

وحـــدّ حـــداً، فإنـــا عنـــده نقـف .

فقام الجماعة ، ورجع الى أم عبيدة وتجهز للحج فلما قصد الحجاز غصت الطرقات بالقوافل من كل جهة ، فلما وصل مدينة رسول الله ﷺ، وذلك عام ٥٥٥ خمس وخمسين وخمسمائة ترجل عن مطيته ، ودخل بلدة جده عليه الصلاة والسلام ماشيا حافيا ، وكانت القافلة إذ ذاك أكثر من تسعين الفا . فلما دخل الحرم الشريف النبوى ، وقد امتلأ الحرم الشريف من كل جهة بالزوار، وقف تجاه مقام النبى ﷺ ، والوقت بعَيْدَ العصر فقال : السلام عليك يا جدى . فقال له رسول الله ﷺ « وعليك السلام يا ولدى » سمعها كل من حضر فلما من عليه الصلاة والسلام بهذه المنة العظيمة تواجد وأرعد وبكى وجثا على ركبتيه ، ثم قام مدهوشا متضائلا وأنشد تجاه القبر الكريم البيتين المتقدم ذكرهما (وكان قد ذكر البيتين الذين ذكرهما رحمه الله تعالى)

« فى حالة البعد روحى كنت أرسلها ... ... » إلى آخرهما .

فانشق تابوت الرسالة ، ومدله رسول الله ﷺ يده الشريفة فقبلها والناس ينظرون. وكان فيمن حضر: الشيخ عقيل المنبجى ، والشيخ حياة بن قيس ، والشيخ عدى بن مسافر، والشيخ عبد القادر الجيلانى ، والشيخ أحمد الزعفرانى ، والشيخ عبد الرازق الحسينى ، وجماعة من أولياء العصر» اهـ . وجاء فى كتاب « مختصر الخلفاء » لإمام الفقيه العلامة « على بن أنجب » المعروف بـ« ابن الساعى » البغدادى المتوفى سنة ٦٧٤ هـ =

وأنه ﷺ مديده الشريفة له فقبلها وعادت .
إلى غير ذلك مما فى الكتاب وغيره .
ومما يوضح الاشكال قوله ﷺ :
«رأيت ليلة الإسراء أخى موسى قائما فى قبره بالكثيب الأحمر يصلى»

=ص٩٦ جـ١ قال : ومن عجائب ما وقع من أسرار الله تعالى فى هذه السنة [٥٥٥ هـ] خمس وخمسين وخمسمائة هجرية — أن ولى الله القطب الكبير السيد أحمد الرفاعى قدس الله سره وروح روحه توجه لأجل أداء فريضة الحج إلى بيت الله الحرام ، ثم بعد أن وصل وأدى فرضه رجع بقافلة عظيمة من أتباعه ومحبيه ورفقائه وغيرهم إلى « المدينة المنورة » على ساكنها أفضل الصلاة والسلام ، فلما أشرفت القافلة على المدينة وكانت أزيد من (٩٠) تسعين ألفا ، وفيهم من العراق والشام والمغرب واليمن ومن بلاد العجم : هناك ترجل السيد أحمد رضى الله تعالى عنه عن مطيته ومشى حافيا حتى وصل حرم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ووقف تجاه قبره الطيب الطاهر وقال : السلام عليك يا جدى » فأجابه عليه الصلاة والسلام بقوله « وعليك السلام يا ولدى » ، سمع كلامه الشريف كل من كان فى الحرم النبوى ، فتواجد لذلك السيد أحمد ، وحنّ حنين الثكلى ، وجثا باكيا على ركبتيه ، ثم قام يرتعد ، وأنشد :

فى حالة البعد روحى كنت أرسلها ... تقبل الأرض عنى وهى نائبتى
وهذه دولة الأشباح قد حضرت ... فامدد يمينك كى تحظى بها شفتى

فمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يده الزكية من القبر الشريف =

وأعجب من ذلك ما تنقّله المؤرخون من أن نوحاً نقل آدم معـه فى السفينـة خشيـة عليـه من الطـوفـان، وأن يعقـوب عليـه الصـلاة والسـلام كـان مـدفـونـا بالقرافة فى مصـر، وأن يوسف ولـده كـان مدفـونـا بمصر ، بـ «الفيوم» وأنهمـا نقـلا إلى بلـد الخليل فى جـوار بيت المقدس، ليجمع بينهما وبين آبائهما.

والحاصل أنه مهما سُلِّم أن كـل نبى ملازم لقبره ألبتة لزومـا كليا بحيث أنـه لا يصح وجوده فى غيـره، كانت تلك الأحاديث فى غاية الإشكال، وكان ذلك نقصا فى حقـوق الأنبيـاء عليهم الصلاة والسـلام ، فإن من آحـاد الأموات ــ فضلا عن الأصفياء والأولياء ــ من يخرج من قبره شبح مثلـه بحيث تشاهده العيـون فى أقصى البلاد البعيدة عن قبره. وتواتر الخبر على ألسنة هذه الأمة: أن القطب سيدى أحمد البدوى المعروف فى بلاد الكفار

= فقبلها والناس ينظرون .

وقـد كان فى الحـرم الشريف عنـد خروج اليـد النور رانيـة المحمديـة الألوف وفيهم من أكابر العصر الشيوخ الكمّل : حَيْوة بنى قيس (الحرانى) وعدى بن مسـافر وعقيل بن (المنبجى) ، وعبد القـادر الجيلى وأحمد=

= الزاهد (الأنصاري) وشرف الدين أبو طالب بن عبد السميع (الهاشمي) ، وأحمد بن عبد المحمود (الربعي) ومبارك بن جعفر (الأوبنوي) وعبد الرحمن بن علي (الدغيني) ، وأبو الفرج عمر (الفاروقي) ويعقوب بن كراز (العبيدوي) وعلي (الطبري) وأبو الفتح ماهان (العابداني) والحاج رمضان بن عبد البر بن عبدويه (الواسطي) وأرسلان التركماني (الدمشقي) وابن أبي السعادات (العلوي البغدادي) ومحمد (الصناديقي الشريف البغدادي) وعبد المحسن الأنصاري (الواسطي) .

واستفاض خبر هذه المنقبة الشريفة وتواتر وسارت به الركبانولم يستفض ويتواتر في زمن من الأزمنة بعد عهد الصحابة الكرام وسارت به الركبان الولي من الأولياء الأعلام كرامة استفاضت هذه الكرامة وتواتر للسيد أحمد الرفاعي رضي الله عنه .

وكيف لا ، وهي معجزة محمدية أكرم الله بها نبيه ﷺ وامتن بها على وليه السيد أحمد ، وهي أشهر من كل منقبة للأولياء مشهورة وكرامة لهم مذكورة » ثم قال : حدثنا الأمير أحمد بن أبي علي الحسن بن علي بن أبي بكر العباسي الهاشمي على شاطئ الفرات ، ظاهر البيرة بديار حلب ومثله ثقة يعتد بنقله - أن أباه حدثه عن أبيه علي بن أبي بكر بن المسترشد أنه حج سنة٥٥٥ هـ خمس وخمسين وخمسماية (هجرية) ومعه جماعة من كبراء بني هاشم فلما انتهوا إلى مدينة النبيّ ﷺ ، وقد دخلها في ذلك اليوم السيد أحمد الرفاعي قدس الله روحه وقف بمقام المواجهة أمام قبر النبي ﷺ : وسلم فرد عليه النبي - ﷺ - السلام والناس يسمعون وأنشد السيد أحمد : =

في حالة البعـد روحي كنت أرسلها تقبل الأرض عني وهي نـــائبتي
وهـذه دولـة الأشباح قـد حضـرت فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

فظهرت له يد النبي ﷺ فقبلها والناس ينظرون إهـ.
وحـدثنا شهـاب الدين أحمـد بن يـوسف بن خليل عن أبيه عن الشـريف جعفر بن محمـد بن جعفر ويعرف بـ « شرف الـدين العباسي المكي بن جعفر بـن (الهاشمي) يقـول : كنت بالمـدينة المنورة سنـة ٥٥٥ خمس وخمسين وخمسمـاية هــ ، وقد وصلهـا السيد أحمـد بن الرفـاعي زائراً ، فوقف تجـاه قبر النبي صلى الله عليـه وآله وسلم ، وسلم عليه ، فـرد عليه السلام : سمع ذلك كل من في الحرم النبوي ، ثم أنشد :

في حالة البعـد روحي كنت أرسلها تقبل الأرض عـن وهي نـــائبتي
وهـذه دولـة الأشباح قـد حضـرت فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

فظهـرت يد النبيّ ﷺ ، فقبلهـا ، وقد رآهـا كل من في الحرم . وقـد كنت ممن رآها ، والحمد لله رب العالمين .
وحدثنـا الشريف : عبـد السميع بن شرف الـدين عبد الرحمـن المكنى بـ «أبي طالب الـواسطي » عن أبيه عن الشيخ عبد القادر الجيلي أنـه قال في مـدرسته ــ في سادس محـرم سنـة ٥٥٧ سبع وخمسين وخمسمائة هــ : رأيت يد النبي ﷺ كيف مدت للسيد أحمد بـن الرفاعي فسح الله في حياته وبجانبي أبـو الفضل عبد الله المنصـوري وابن« النهر ملكي »، وهي والله مزية يغبطه عليها الملأ الأعلى . =

= وحدثنا بمثل ذلك أبو الفضل عبد الله البطائحى ، عن الشيخ على بن إدريس (اليعقوبى) عن الشيخ عبد القادر الجيلى .

وحدثنا الشيخ عدى (الصغير) عن ابن عمه الركن ، عن ولى الله عدى بن مسافر أنه قال : كنت واقفا تجاه الحجرة النبوية حين ظهرت منها يد النبى ﷺ للسيد أحمد بن الرفاعى وبحذائى على بن موهوب ، فلما خرجت اليد الشريفة قبلها شيخنا السيد أحمد ونحن ننظر مع الحاضرين وقد كادت تقوم قيامة الناس لما داخلهم من سلطان هيبة النبى ﷺ .

وبالجملة فهذه القصة بلغت مبلغ القطع ، والسيد أحمد الرفاعى رضى الله عنه لما تشرف بلثم اليد النبوية تواضع لله تعالى وخاف على نفسه من أفة العلو ، فاضطجع بباب الحرم النبوى وأمر أن يدوس من حضر عنقه برجله ففعل العامة ، وخرج الخاصة من أبواب أخر » إلى آخر ما قال رحمه الله تعالى فى كتابه فراجعه لتستفيد .

ومن هذا نعرف أن من قال إنها من تلفيقات أبى الهدى الصيادى قد أخطأ فى حقه لأن الكتاب الذى نقلنا عنه من الكتب التى كتبت بالسند الصحيح المتصل إلى صاحبها وهو قريب العهد من الشيخ الرفاعى ولم يكن الصيادى عميلا للسلطان عبد الحميد كما زعم ، والسلطان عبد الحميد نفسه كان من أولياء الله تعالى ويكفيه شرفا أنه أبى أن يسكن اليهود فى أرض فلسطين ، وقال كلمته المشهورة « لا ألطخ تاريخ آبائى بالعار » والكتاب الذى أخذنا منه طبعته مكتبة الآداب بالقاهرة .

بـ «الخطاف»(١) اتفق له ـ بعد موته ـ أنه حمل الأسرى من بلاد الافرنج إلى أوطانهم، بمصر وغيرها وعاد تربته(٢) والذى يظهر ـ إن شاء الله تعالى ـ أن النبى ﷺ حين مات انتقل إلى أزكى الرضوان، وإلى أعلى فراديس الجنان، وإلى درجة الوسيلة على ترتيب معقول، هو : أنه ﷺ وصل إلى روضته المشرفة،

---

(١) أو العطاب

(٢) لاحظ قوله ـ فيما سبق ـ شبح، أى مثال، وأما الجسم نفسه فلم يبرح قبره رضى الله عنه، وهذا نوع من إكرام الله تعالى لعباده الصالحين، وإكرام الله تعالى لعبد يأتى على سبيل خرق العادة ولامجال لاستعمال العقل هنا. وقد رأينا بأعيننا الشيء الكثير، مما لا يخضع لقوانين العقل من الكرامات، وقد كان بعض الأولياء يمشى فى الهواء.

وبعض الذين يقيسون كل شيء بعقولهم يقول: هذا مستحيل، والعقل لا يقبله.

ثم رأينا بأعيننا الطائرة وفيها مئات الناس من النصارى واليهود وكلاب البشر تطير بهم فى الهواء، بلا حامل يحملها، فكيف يقولون؟؟؟ ولا نسوّى بين أولياء الله وأولياء الشيطان، فإن المشى فى الهواء لأولياء الله كرامة ولأولياء الشيطان استدراج و إهانة وفى كتاب «الجواهر والدرر» للشيخ عبد الوهاب الشعرانى : أن الله تعالى يوكل بغير الولى ملكا يقضى حوائج الناس، كما وقع للإمام الشافعى، والسيدة نفيسة والسيد البدوى رضى الله عنهم، يعنى فى إنقاذ الأسير من أسره من بلاد الإفرنج .

ومحل قبره المعظم، ثم تمّ رفعه بلا شبهة إلى أشرف درجة عنده، وهى درجة الوسيلة التى يغبطه فيها الأولون والآخرون.

ثم إن الله سبحانه وتعالى: أذن له إذنا متحتما أن يسير فى أقطار السماوات والأرض، والبر، والبحر، والسهل، والوعر، حيث شاء، متى شاء. ومع هذا فقد أعطاه الله تعالى قوة وهيبة، وأهّله أهلية، بحيث يكون فى درجة الوسيلة موجودا، بحيث لو ناداه مناد منها نبى مرسل، أو مَلَكٌ مقرب لأجَابَهُ: من يوم موته إلى مالا نهاية له مما بعد القيامة

كما هو كذلك فى درجة الوسيلة، فكذلك يجده طالبه بين يدى ربه سبحانه وتعالى.

ويجده المسلّم عليه داخل قبره.

ويجده كل طالب بين يدى مطلوبه.

كما يجده المتفكر فى فكره، والعارف فى سره، كما أذن الله تعالى للأنبياء عليهم الصلاة والسلام، بعد رفعهم إلى حظيرات قدسه الأعلى، فى إقامة شبح منهم فى قبورهم، تأنيسا لأهل الأرض، وفى تجريد أشباح تسرح حيث شاءت.

على أنه لاحَجْرَ على ذلك و الشبح المقيم فى القبر، ليس لإقـامتـه معنىً سوى أنـه متى طلبـه طـالب وجده، ومتى حفر عليه رأى شخصه

ويـوضح ذلك مـا سيأتـى فى سيـدنـا مـوسى عليـه السلام.

قـال الحـافظ السيوطى فى كتـابه المـذكور ــ بعـد استيعابـه لأكثر نقول العلمـاء، والأحاديث الـدالة على إمكان رؤية النبىّ ﷺ فى المنام واليقظة ـ :

قد تحصل من مجموع هذه النقول والأحاديث :

أن النبىّ ﷺ حَىٌّ بجسده وروحه .

وأنه يتصرف فى أقطار الأرض، وفى الملكوت، وهو بهيئته التى كان عليها قبل وفاته، لم يتبدل منه شيء .

وأنه يغيب عن الأبصـار ،كما غيِّبت المـلائكة، مع كونهم أحياء بأجسادهم .

فإذا أراد الله تبـارك وتعالى رفع الحجـاب عن من أراد كرامتـه برؤيته : رآه على هيئتـه التى هو عليهـا ، لا مانع

من ذلك، ولا داعى الى التخصيص برؤية المثال[1] انتهى.

قلت: وأما كلامنا، والذى نقوله - إن شاء الله تعالى: إن الأمر كما قال الجلال السيوطى، وأخص من ذلك وأن الذى أراه: أن جسده الشريف، لا يخلو منه زمان ولا مكان، ولامحل، ولا إمكان، ولا عرش، ولا لوح، ولاكرسى، ولاقلم، ولابر، ولابحر، ولاسهل، ولاوعر، ولابرزخ، ولا قبر، كما أشرنا إليه آنفاً، وأن امتلاء الكون الأعلى به كامتلاء الكون الأسفل به، وكامتلاء قبره، فتجده مقيما فى قبره، طائفا حول البيت، قائما بين يدى ربه، لأن الخدمة تامة الانبساط بإقامته فى درجة الوسيلة.

ألا ترى أن الرائين له يقظة أو مناماً فى أقصى المغرب يوافقون فى ذلك الرائين له كذلك فى تلك الساعة بعينها فى أقصى المشرق.

فمتى كان ذلك مناما، كان ذلك فى عالم الخيال والمثال.

---

(١) راجع ص٥٨ من طبعة «دار جوامع الكلم».

ومتى كـان يقظـة كان بصفتى : الجمـال والجـلال ؛ وأعلى غايات الكمال ، كما قال القائل :

ليـــس علــى الله بمستنكـــر
أن يجـمع العالـــم فى واحـــد .

فإن قال قائل : أهل طلع بهـذا فى أفق سماء الفضل نور شمسكم؟؟أم هو شيء تقولـونه من عند أنفسكم؟؟ وكيف يتصـور هذا الحـال؟ . . . وكيف يصح أن يحل جسم واحد فى جميع المحالّ؟؟!!

قلت : الجـواب ـ إن شاء الله تعـالى ـ أن مـن كذب على النبـىّ ﷺ فقــد استحق ـــ والعيـــاذ بـــالله ـ الصدّ ، [1] ومن أحدث فى أمره الشريف ماليس فيه فهو رد [2] فما ذكرناه فى هذا المدّعى ، إنما هو بفيض فائض الإلهـام ، ولا يتوقف فى صحتـه ـــ إن شاء الله تعـالى ـ

---

(١) لورود جملة أحاديث فى هذا المعنى ، منها قوله ﷺ :
«من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار»
[روى هذا الحديث واحد وستون صحابيا] .

(٢) لقوله ﷺ : «من أحدث فى أمرنا هذا ماليس منه فهو رد»
[متفق عليه ورواه أبو داود ، وابن ماجه] .

احد من أهل الأفهام ، إلا الشاذ النادر من أهل الأوهام أصحاب الإيهام والإبهام .

وليس يصح فى الأذهان شيء — إذا احتاج النهار إلى دليل
وإذا لم تر الهلال فسلم — لأناس رأوه بالأبصار

و: «من علم : حجة على من لم يعلم» .
و: «من فهم : حجة على من لم يفهم» .
و: «من حفظ : حجة على من لم يحفظ» .

على أنا نقول : لافراق إلا بجميل[1]، ولايصح قول إلا بدليل ، فلنا على ذلك أدلة صحيحة نقلية ، وبراهين وجودية قطعية . فمن الدليل النقلى : ما رويناه فى عوالينا الصحيحة فى مسانيدهاالثابتة الرجيحة ، كما هو ثابت عند جميع الحفاظ ، وعند جميع أهل المعانى

(١) أى لا نفارق أحداً من المسلمين إلا بالجميل من القول والتلطف وحسن الخليقة .

والألفاظ ، من أنه ﷺ ليلة الأسراء رأى أخاه موسى قائما يصلى فى قبره(١)

وجاء نبينا إلى بيت المقدس ، فرآه أيضا بين يديه وصلى موسى خلفه مقتديا به ﷺ أسوة الأنبياء ، ثم فارقه وصعد النبىّ ﷺ إلى السماء الرابعة فوجده فيها ، أو فى غيرها على ما روى ــ فقد روى أنه وجد آدم فى الأولى ، وعيسى فى الثانية ، ويوسف فى الثالثة ، وإدريس فى الرابعة ، وهارون فى الخامسة ، وموسى فى السادسة ، وإبراهيم فى السابعة»

على أنه يصح أن يكون رأى موسى فيهما جمعا بين الروايتين .

فإن كان هذا لموسى ، وهو دون نبينا ﷺ فى الرتبة ، فنبينا يكون موجوداً فى كل مكان .

---

(١) رواه أبو داود ، ونصه من ابن كثير : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : «مررت ليلة أسرى بى على موسى عليه الصلاة والسلام قائما يصلى فى قبره » إهـ

ورواه مسلم أيضا ، والحافظ أبو يعلى الموصلى فى مسنده ، أما رؤيته له فى السماوات فهى فى كل الروايات المحفوظة .

وكـونـه مقيمـا فى قبـره أجـدر وأحق، وأحـرى وأولى، كوجود موسى فى السماء الرابعة أو السادسة، مع أن نبينا محمـداً ﷺ فارقه ببيت المقـدس، وفارقه قـائما فى قبره يصلى.

لكن يختص نبينا بامتلاء الكون به عن موسى، وعن غيره، لأن نبينا تقرب وترقى ليلـة الإسراء إلى ما لا قدرة لملكٍ مقـرب، ولا نبـىّ مـرسل، على الـوصـول إلى تخَطِّيـه خطـوة منه، ولـذلك تخلف رئيس المـلائكـة جبريل عند سـدرة المنتهى محتجا بقوله - ومـامنا إلا له مقام معلوم[1] - وتخلف[2] إبـراهيمَ فى السمـاء السـابعـة، وتخلف مـوسى فى السمـاء الـرابعـة، أو السـادسـة، إلى غير ذلك.

ومن الأدلـة النقليـة أيضـا على ذلك: الصـريحـة

(١) سوره الصافات، الآية: ٦٤

(٢) تخلفه: أى تركه وسار، ومعروف أن موسى وعيسى، وإبراهيم، وجميع من لقى من الأنبياء، والمـرسلين صلوات الله وسـلامه عليهم مدفـونون فى الأرض.

الصحيحة : ما سلكناه من أوضح المسالك وهو ما ثبت عندنا فى عوالينا الصحيحة ، ومسانيدنا الثابتة الرجيحة ، كما هو ثابت عند إمام الأئمة : الحافظ البخارى وغيره ، وهو أن الملكين يقولان للمقبور: « ما تقول فى هذا الرجل » .

واسم الإشارة لا يشار به إلاّ لحاضر(١)

هذاهو الأصل فى حقيقته ومعناه .

وأما قول بعض العلماء : إنه يمكن أن يكون حاضراً ذهنا ، فلا سبيل إليه هنا ، لأنا نقول له : ما الذى دعا إلى التجوز والعدول عن الحقيقة إلى ذلك . ؟؟؟

فوجب أن يكون حاضراً بجسده الشريف بلا كلام(٢)

---

(١) وكذلك صلاة المصلى ، وسلام المسلّم عليه فى التشهد الأخير من كل صلاة ، فإن الكاف فى قوله « عليك أيها النبّى » كاف المخاطب الموجود ، وهذا فى اللغة معروف ، ولكن على الهيئة والكيفية التى أرادها الله تعالى ، والله تعالى أعلم .

(٢)ولكن كما يعلمه الله تعالى ، وبالطريقة التى أرادها فى ذلك ، ولا حرج على قدره الله تعالى .

وفى بعض المنقـولات أن مـالكيـا مـات، فسئل فى القبر، فأرتج عليه فى الجواب؛ فقال ميت بإزائه: هذا مالك بن أنس واقف عند رأسك يجيب عنك.

قلت: فعلى هـذا، فإمـا منا الإمـام الأعظم، الإمـام الشافعى رضى الله عنه وقدس روحه ونور ضريحه: أحق بذلك من كل أحد(١).

ولهذا قلنا من نظمنا البديع:

إذا سـألانى منـكر ونكيـر
عن صحيح اعتقادى: من جعلت إمامى(٢)؟
أقول لهـم: ديـن النبـىّ محمـد
أديـــن بـه، والشـافعى إمـامـى

وقلنا:

نعم الإمام الشـافعى مـن انتمـى
لـه: لايـرى لوثـاً، فأسـتاذه ليث
ولا يخش ضيما ولا يشتكى ضنـىً
فـإن لـه غوثـا: مكـارمـه غيـث

---

(١) لإنـه يجتمع مع النبى ﷺ فى عبـد المطلب وليست هـذه لأحد من الأئمة غيره.

(٢) من أئمة المذاهب الأربعة. «وإذا» التى فى أول البيت، بمعنى «لو».

وقلنا أيضا :

إنى اتخـــذت طريقـــة وعقيـــدة
علـــم ابـــن إدريـــس الإمـــام الشافعى

وجعلت مذهـبـه الشريـف وسيـــلة
لى فى غـــد عنـــد النبـــىّ الشـــافع

رجوعا (١) لما نحن بصدده ، فقد كاد أن يخرج الكلام فى مدح إمام الأئمـة الأخيار عن قبضة الاختيـار، فأقول والله المرجو المأمول :

هذان دليلان نقليان ، يتلقاهما بالقبول : سليم الفطرة والفطنة ، والنية .

ولم يبق إلا ذكر الأدلة القطعية العقلية .

ويجب بعـــد ذلك التسليم ، علـــى من فيـــه بعض إنسانية(٢)

فمن البراهين القطعيـة : أنه لا يخـالف أحد من كل موجود فى أنه ﷺ روح الوجود .

---

(١) بالنصب ، على تقدير فعل محذوف ، هو : أروم .

(٢) يعنى الذى لا يسلم بعد ذلك ، ليس من بنى الإنسان .

وهل رأيت أو بلغك فى قول مشروح : أنه يصح مع الحياة خلو جزء من البدن عن الروح .

ولما كان ﷺ روح العوالم العلوية والسفلية وجب أن لا يخلو جزء منها عن جسده وروحه الزكية .

ومن البراهين على ذلك أيضا : أن جماعة من الأولياء كان معهدهم هذا المعهد ، ومشهدهم هذا المشهد .

ألا ترى إلى ما حكاه الجلال السيوطى وغيره فى الكتاب المذكور وغيره ، من أن العارف بالله أبا العباس الطنجى قال :

« ذهبت إلى الأستاذ أحمد الرفاعى ليسلكنى فقال لى : هل عرفت رسول الله ﷺ ؟؟ . اذهب إلى شيخك عبد الرحيم القناوى ليعرفك به ، ليصح لك السلوك .

قال : فذهبت إليه فقال لى : اذهب إلى بيت المقدس يكشف لك عن ذلك .

فلما جئت بيت المقدس كشف لى الله تعالى عن بصرى ، فرأيت النبىّ ﷺ مِلْء السماوات والأرض ،

والعرش والكرسى، وملء سائر الأقطار والأكوان[١].

ومن البراهين على ذلك: أن غالب الأولياء والعارفين كانوا يجتمعون ـ غالبا ـ بسيد المرسلين يقظة ومناماً.

وكان العارف بالله تعالى خليفة بن موسى كثير الاجتماع به، واجتمع به فى ليلة واحدة سبع عشرة مرة، وقال له:

« يا خليفة لا تملّ منا، فقد مات كثير من الأولياء بحسرة رؤيتنا».

قلت: فكان الحاصل: أن الحجاب من قِبَلنَا ـ بموجب مساوينا، لا من قبله ﷺ ـ ولهذا تجد العبد متى فارق روحه نفسه، ولو بالنوم وأغمض عينيه: يراه إذا قسم الله تعالى له ذلك، ومتى قتلها بقمعها وأماتها بردعها: لم يبق بينه وبينه حجاب: لامناما ولا يقظة.

---

(١) وهذه القصة ذكرها الشيخ محيى الدين بن عربى فى كتابه « روح القدس » وهو مطبوع فراجعه.

ومعنى « ملء السماوات والأرض »: أنه كلما التفت إلى مكان وجده فيه.

ولهذا كان شيخنا الشيخ نور الدين الشونى يجتمع عليه بالمحيا [1] ،بالأزهر يقظة ، وكان علامة اجتماعه قيامه فى المحيا ، فيقوم الناس معه : تارة آخر الليل ، وتارة نصفه ، وتارة عند ابتداء القراءة فى المحيا بعد العشاء ، فيستمر قائما إلى الصبح .

وكان يجتمع به فى خلوته بالسيوفية[2] بباب الزهومة ليلا ونهاراً : غالبا .

وكان السيد أبو العباس المرسى يقول :

«لو حجبت عن رؤية النبى ﷺ طرفة عين ما عددت نفسى من المسلمين» .

والأخبار فى هذا أكثر من أن تحصى ، وأشهر من أن تستقصى اكتفينا بهذا عن قصد حصرها .

وفى كتاب الحافظ السيوطى المذكور وغيره بعض

---

(١) اسم لمجلسه الذى كان يعمله فى الصلاة على رسول الله ﷺ .

(٢) هى « جامع المطهر » : على يسردة الداخل إلى الصاغة من شارع السكة الجديدة (الموسكى) بالقاهرة .

أشياء من ذلك، فراجعه: تَقَرّبِهِ، لأن جل القصد والغرض من هذا التصنيف: الجواب عن السؤال، وقد حصل.

ومن البراهين على ذلك أن الأبدال من هذه الأمة إنما يسمَّىٰ الواحد منهم بدلا، لأنه يسافر ويترك بدله مكانه شخصا على صورته.

وقد اتفق لقضيب البان أنه ادُّعِيَ عليه بترك الصلاة، فسأله القاضى: ماذا تقول؟؟

فانقسم سبع صور، كل منها لا يشك شاكٌّ أنه قضيب البان، فقالت صورة من تلك الصور للقاضى وللمدعين: انظروا على أى صورة تدعون بترك الصلاة[1]

قلت: فإذا كان هذا للواحد من الأبدال، أفلا يظهر من رسول الله ﷺ ألف ألف مثال.

---

(١) هذا وأمثاله يسلَّم به لمن أعطاه الله ذلك، إذ هى هبة من الله تعالى لمن أراد من عباده، والجسم الآدمى واحد، والستة صور على مثال الجسم.

ومما يصح نقله: أن بعض مريدى سيدى تاج الدين بن عطاء الله السكندرى رضى الله عنه، صاحب كتاب «الحكم» وكتاب «التنوير» وغيرهما: حج سنة، فما وقف بموقف، ولا حضر مشهداً إلا ورأى سيدى تاج الدين فى ذلك الموطن، وأنه متى همّ أن يكلمه يأتى إليه فلا يجده، وأن المريد جاء إلى مصر وسأل عن حال سيدى الشيخ، فقيل له: إنه طيب، فلما اجتمع بالشيخ قال له - مكاشفة - أرأيت كذا فى مَحل كذا، أو كما قال:

إلى غير ذلك مما حكى.

ومن البراهين على ذلك: أنه من الممكن المعقول المشاهد فى رأى العين: أن يجعل الله تعالى نبيه سيدنا محمداً ﷺ بمكان، كمكان جعل فيه البدر، فيراه الذى فى أقصى المشرق، كما يراه الذى فى أقصى المغرب، وهو فرد، وضوؤه ملأ الأكوان.

وكذلك عين الشمس والزُّهْرَة، وبقية النجوم، فإنه قد استوى فى رؤيتها كل من كان على وجه الأرض، لأن الله تعالى قد جعل لها مكانا يقتضى ذلك.

فلا بِدْعَ أن يكون قبر النبيّ ﷺ بطيبة كذلك .

ولاغرو فى أن يجعل الله تعالى شبحاً من نبينا بمنزلةٍ غير طيبة[1] أيضا يرى منها ويشاهد كذلك ، ما لم يكن الرائى أعمى البصيرة ، فلا يرى شيئا ، ولايؤمن بشىء ، كما أن أعمى البصر لا يرى الشمس ولا القمر ولا النجوم ، مع كونها بادية بارزة ظاهرة .

ولهذا قلنا من نظمنا البديع شعرا لطيفا :

مثال النبىّ المصطفى فى وجوده	بسائر أرض الله فى العجم والعرب
على أنه فى قبره طاب تربُـهُ	بطيبة دامت منه فى صلة القرب
كبدر تعالى فى السماء وضوؤه	يعم جميع الكون فى الشرق والغرب

وقلنا :

انظر الى المختار كيف وجوده	ملأ السما والأرض والأكوانا
فتراه[2] مثل البدر فى كبد السما	وضياؤه ملأ الوجود عيانا

(١) طيبة : اسم من اسماء المدينة المنورة على صاحبها أفضل الصلاة والسلام .

(٢) فى المخطوطة : « فتجده » والتصحيح من المطبوعة والمعنى واحد .

ومن البـراهين على ذلك : أنـه يجـوز، ويمكن، وينعقل : أن يجعل الله تعالى العوالم العلوية والسفلية، بين يـدى النبى ﷺ كجعلـه تعـالى الـدنيـا بين يـدى عـزرائيل، فـإن المَلَكَ الجليل عـزرائيـل سئل : كيف تقبض رُوحَىْ رجلين حضر أجلهمـا معـا : أحـدهمـا فى أقصى المشرق، والآخر فى أقصى المغرب؟؟؟

فقال : إن الله تعالى قد زوى لى الدنيا بجميع أكوانها فجعلها بين يدىّ كالقصعة بين يدى الآكل، أتناول منها ماشئت .

ومن البـراهين على ذلـك أيضـا : أن أمـر البـرزخ لا يقاس على غيره، ألا تـرى لملكي السؤال، مع تنـاهى عظمهما، فى أضيق اللحود : مِنْ أين يأتيان؟؟ ومن أين يـذهبـان؟؟ وكيف يسألان ميتين أو أمـواتـا فى وقت واحـد، منهم من هـو فى أقصى المشـرق، ومنهم من هو فى أقصى المغرب، وكيف يخرق بإصبعه فى جانب اللحد طاقة تنفذ إلى الجنـة، وطاقة تنفذ إلى النار، مع أن الجنـة مع سـدرة المنتهى (١)، والنـار تحت البحـر المالـح (ليس المراد البحر الملح الذى نعرفه)

---

(١) لقوله تعالى ـ عند سدرة المنتهى . عندها جنة المأوى ـ

فكان الحاصل أن الله تعالى الرب الحكيم الحليم القادر العلى العظيم ، فى قدرته أن يعطى محمداً ﷺ الذى أعطاه لملكى السؤال و ملك الموت ، وفوق ، إذ هما دونه ، لأنهما إنما يَسْألان عنه ، وكان الجاحد لذلك ـ بعد علمه بهذا المفاد ـ ضالا كما ضلت الفلاسفة حيث جعلوا فى سرة بعض المقبورين زئبقا ظانين أنه متى أقعد للسؤال فى القبر سال الزئبق ، ثم نبشوا بعد ذلك عليه فوجدوا الزئبق لم يسل .

ولهذا قلنا من نظمنا البديع : [مع خير الورى محمد الشفيع(١)] :

إذا رمت فردا جامعًا ، فيه جُمِّعَتْ
عوالم خلق الله فضلا من الله .
لقدر النبى المصطفى انظر وسل وقل
تجد ملء أبصار وسمع وأفواه .

ما أبصرت قط عين أو وعت أذن
أوفاه نطق بمدح أو أشيع ندا

---

(١) هكذا هى فى المخطوطة ولا وجود لها فى المطبوع . . ولعلها [فى خير الورى محمد الشفيع] .

كالمصطفى منظراً، أو ذِكْرِهِ خبراً
أو قدره منصبا ، أو راحتيه ندا

إذا قدروا الأشياء تقدير أربع
وعشرين جزءاً، فالنبى وآله
[محمد منه ألف جزء مقوم
بسائر خلق الله جل جلاله[1]]

تقاصر فوق الفوق والأوج والعلا
ولم يبلغوا المعشار من قدر آدَمَا
فكيف بمن فاق النبيين رفعة
وأضحى سماء لا تطاولها سَمَا

---

(١) هذا البيت غير مستقيم المعنى ، وكلمة « منه ألف » هى سبب اختلال المعنى وهى موجودة فى النسختين المخطوطه والمطبوعة ، ولكن الوضع الصحيح له :

محمد منه وهو جزء مقوم ★ بسائر خلق الله جل جلاله .

والمعنى أنه واحداً من الخلق ، وهو يساوى الخلق جميعا . والله تعالى أعلم .

تقاصر مدح الناس عن مـدح من علا .
عـلى المـدح : عبـدِ الله ، وهـو حبيبـه
محمـدِ المختـارِ حـتى كأنمـا
مـديح جميع العالميـن يعيبـه[1]

لـو لم يكـن مـن جنسـنا
مـن قـدره رقى فـوق الفـلك
محمـد مـا فضـلوا
جنـس البـشر علـى المـلك

تفكـر - فديتـك - في عز مـن
رقـا فـوق مـا وصـفه يذكـر
ولمـا أتى سـدرة المنتـهى
تـدلى له الـرفـرف الأخضـر

(١) لأن جميع العـالمين : لا يستطيعـون تـوفيـة حقـه ﷺ ، فلهـذا كـان مديحهم له يعيبه بمعنى أنه أكمل واكبر مما يقولون ويعتقدون .

فمبلـغ العلـم فيـه أنـه بـشر ∴ وأنـه خـير خـلـق الله كلهـم

فإن قال قائل: ما قدر الرفرف الأخضر؟؟ وهل كان يَسَعُهُ وحده أولا؟

فالجواب: أنه لما تدلى سد الأفق الأعلى.

وقد تحَرَّر - إن شاء الله تعالى - من هذه المقالات والأجوبة والسؤالات: أنه ﷺ حَيٌّ بجسده الشريف وروحه: لا يخلو منه زمان ولا مكان ولا عصر ولا أوان.

وقد بلغنا عن الولى العارف سيدى عبد العزيز الديرينى: أنه لما نسبت إليه المشيخة بديرين، ونازعه فيها جماعة من الأشراف. اتفقت آراء أهل البلاد والتلاد على موعد بعد صلاة الجمعة، وأن السادة الأشراف ينادون جدهم رسول الله ﷺ، وأن سيدى عبد العزيز يناديه أيضا، وأن كل من أجابه النبىّ ﷺ كان الحق له، فاجتمع لذلك جماهير العلماء والناس. فقال سيدى عبد العزيز للأشراف: تقدموا أنتم ونادوا، فتقدم واحد بعد واحد منهم، كل منهم ينادى: يا جدى يا رسول الله، فلم يجب واحداً منهم، فعند ذلك تقدم العارف سيدى عبد العزيز فقال:

«يا سيدى يا رسول الله»

فسمع الناس قاطبة:

«لبيك يا عبد العزيز»

فقال جماعة : إن الصف الذى يلى سيدى عبد العزيز : سمع والصفوف التى خلفه : لم تسمع . فأعاد النداء ، فعادت الإجابة (ثلاث مرات)

فانظر الى اتصال النبىّ ﷺ بديرين مع أن جسده الشريف بطيبة فى مقام أمين ، تجده ﷺ ملأ الأكوان كلها بيقين .

واعلم أن آخر من اجتمعنا عليه من المشايخ العارفين من أصحاب التسليك الهادين المهديين : الشيخ نور الدين الشونى (١) صاحب الحال النبوى

---

(١) نسبة الى «شونى» قال المرحوم على باشا مبارك فى كتابه « الخطط التوفيقية» قريتان بمصر إحداهما من مديرية المنوفية بقسم تلا ، غربى ناحية الكرسية بنحو الف متر وبحرى ناحية «قشطوح» بنحو الف وخمسمائة متر وبها جامع بدون منارة ، ومعمل دجاج وزراعة أهلها كمعتاد الأرياف ، والثانية من مديرية الغربية » ثم قال : «واليها ينسب الشيخ نور الدين الشونى» اهـ ، توفى سنة ٩٤٤ هـ ، وأنشا مجلس الصلاة على رسول الله ﷺ سنة ٨٩٧ هـ فى مسجد الأزهر ، وكان قد بدأ هذا المجلس بمسجد السيد البدوى بطنطا ثم جاء الى القاهرة وأقام بتربة السلطان برقوق بالصحراء ، ثم أخذه السلطان «طومان باى» إلى تربته التى انشأها فأقام بها عدة سنين ، ثم انتقل الى المدرسة السيوفية بالقاهرة ، ولما مات عام ٩٤٤ هـ دفن بالقبة المجاورة لمدرسة القادرية بخط بين السورين التى هى الآن مسجد العارف بالله الإمام الشيخ الشعرانى بباب الشعرية ، ورحم الله الجميع .

والمدد المصطفوى الذى كانت الصلاة على النبىّ ﷺ دأبه ليلا ونهاراً، حتى صارت له شعاراً ودثاراً،

وكان هذا الرجل كثير الاجتماع بالنبىّ ﷺ يقظة ومنامًا ـ كما قدمنا ـ ومثل ما أسلفنا ـ بحيث شاع ذلك عنه وذاع وملأ الأفواه والأسماع .

وقد نقلنا فى عوالينا الصحيحة، ومسانيدنا الثابتة الرجيحة، كما هو ثابت عند الشيخين الإمامين: البخارى ومسلم، وعند أبى داود، من حديث أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

«من رآنى فى المنام فسيرانى فى اليقظة، ولا يتمثل الشيطان بى»(١)

= وهذا اللقاء دليل على أن هذه الرسالة ليست للشيخ «على نور الدين الحلبى» فإن الشيخ على نور الدين الحلبى ولد بعد وفاة الشيخ «نور الدين الشونى، بواحد وثلاثين عاماً، وقد حررت ذلك فى المقدمة فراجعها .

(١) ورواه أبو داود، والبيهقى ، وفى رواية : «من رآنى فقد رأى الحق، فإن الشيطان لا يتزايا بى» [رواه البيهقى، والإمام أحمد، والبخارى]

وفى رواية: «من رآنى فى المنام فقد رآنى، إنه لا ينبغى للشيطان أن يتمثل فى صورتى» [رواه الإمام أحمد، والإمام مسلم، وابن ماجه]

وفى رواية : «من رآنى فى المنام فقد رآنى، فإن الشيطان لا يتمثل بى» [رواه الإمام أحمد و البخارى، والترمذى]

وروى الطبرانى مثله من حديث مالك بن عبد الله الخثعمى، ومن حديث أبى بكرة.

وروى الدارمى مثله من حديث أبى قتادة الأنصارى.

ومعنى هذا الحديث التبشير بأن من فاز من أمته برؤيته فى المنام لابد له إن شاء الله تعالى أن يراه فى اليقظة ولو قبل الموت بهنيهة، ويسلم - إن شاء الله تعالى - العبد فى ذلك الوقت من المقت، إذ هو وقت الحاجة.

على أن جمهور الصلحاء من السلف والخلف: اجتمعوا به حقيقة يقظة، وسألوه عن أشياء من مصالحهم ومآربهم وعواقبهم فأجابهم عنها بأمور وحذرهم من أشياء، فجاء الأمر كما قال: سواء بسواء. وقد ذكر ذلك الجلال السيوطى فى كتابه المذكور بعينه فراجعه تفز به.

وقد استقر الحال - إن شاء الله تعالى - على أن أرواح المؤمنين المأذونة تسرح وتمرح فى الجنة والسماوات وتاتى أقباء قبورها لزيارة أجسادها أحيانا، وتدنو من

= وفى رواية: «من رآنى، فإنى أنا هو، فإنه ليس للشيطان أن يتمثل بى» [رواه الترمذى].

سماء الدنيا تجاه قبورها، وأن الميت المؤمن يعرف زائره والمسلّم عليه ويرد عليه متى تمكن وأذن له، ولم يكن مشغولاً فيه، وأن تلك المعرفة تزداد من عشية يوم الخميس وتستمر الزيارة لصبيحة يوم السبت، وأن الأولياء والأصفياء أزيد من عامة المؤمنين فى ذلك، وأن العلماء العاملين، والشهداء والصحابة والآل والقرابة أقوى زيادة وتخصيصا، وأن الأنبياء يسيرون فى الكون بأشباحهم وأرواحهم ويحجون ويعتمرون متى أذن الله لهم فى ذلك، كما كانوا أحياء، وأن النبىّ ﷺ: ملأ العوالم العلوية والسفلية، لأنه أفضل عباد الله تعالى وعبّاده، وأن الكون كله بما حوى وما وعى: من منظوراته بفضل ربه تبارك وتعالى.

فإن قيل: قد أجدتم فى هذا الجواب غاية الإجادة، وأفدتم نهاية الإفادة، لكن بقى عليكم سؤال موجه يجب الجواب عنه لتتم فائدة هذا الكتاب إن شاء الله تعالى، وهو أنه: ورد السؤال فى صحيح الأخبار: أن الله تبارك وتعالى وكّل ملكا بقبر النبىّ ﷺ يبلغه الصلاة والسلام من المصلى والمسلم عليه، وأنه ليلة الجمعة

ويومها يسمع ذلك بنفسه[1]، ويرد بكل حال، فلو كان حاضراً فى كل مكان أو موجوداً فى كل زمان، أو رفع من قبره، لما احتاج الأمر إلى الملك؟؟.

فالجواب ـ إن شاء الله تعالى ـ أنكم قد علمتم من مفادنا فى هذا الكتاب: أن القبر الشريف المنور، الكائن بطيبة الطيبة على صاحبه من الرحمن الرحيم أفضل الصلاة والسلام ليس خاليا عنه ﷺ، بل هو ممتلىء به، أسوة الكون العلوى والسفلى، وله زيادة تخصيص بحلوله ﷺ فيه ودفنه، وذلك الشأن أزيد من تلك الشئون كلها، وأقوى هيبة.

وحينئذ فلكل مَلِكٍ قلعة ومحل كرسى لمملكته، وذلك المحل للنبى ﷺ هو طيبة الطيبة، والروضة المشرفة

---

(١) روى الطبرانى وابن ماجه كما قال المنذرى رحمه الله عن ابى الدرداء: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: « أكثروا الصلاة علىّ يوم الجمعة فإنه يوم مشهود: تشهده الملائكة، ليس من عبد يصلى علىّ الآ بلغنى صوته حيث كان.

قلنا: وبعد وفاتك

قال: وبعد وفاتى، إن الله حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء »

[انظر كتاب: جلاء الأفهام فى الصلاة والسلام على خير الأنام].

فإذن: محل الخدمة هو هناك

فالخدام والطواشية يخدمون ظاهراً

والملائكة الكرام يخدمون ظاهراً وباطنا.

وقد جعل الله وظيفة أداء خدمة التبليغ لذلك الملك المسئول عنه على سبيل الاحترام والتوقير.

وإلا فالذى يقول بأن البعد فى المسافة حجاب بين صلاتنا وبين سماع النبىّ ﷺ لها: يلزمه أن القبر الشريف والشباك المعظم ونحو ذلك من الأشياء الحسية: مانع من السماع له ﷺ؟... و هذا لا يقول به أحد.

فعلم أن ملازمة الملك، إنما هى لأداء وظيفة الخدمة، ولدوام إقامة الناموس والحرمة، ولإظهار مزية ليلة الجمعة ويومها، فيكون المعنى - إن شاء الله تعالى - أنه يحدث للنبى ﷺ - فى تلك الليلة زيادة إدراك ليهتم بشأنها.

وأيضا ملازمة الملائكة والخدام هناك لئلا يتعطل محل العهد بالجسم الشريف من الزيارة.

ولهذا ورد:

«من حج ولم يزرنى فقد جفانى»(١)

ففيه إعلام وتصريح بأن الاجتماع بحضرة النبىّ ﷺ فى كل زمان ومكان ليس إلا لمن فاز من الله تعالى بخصوصيات المواهب وحاز جميع المناصب، وفاز بأعلا المراتب، وعمل عملا يصح أن يكون وسيلة إلى ذلك، كما وقع لشيخنا الشيخ نور الدين الشونى رحمة الله تبارك وتعالى عليه بسبب ملازمة الصلاة والسلام على النبىّ ﷺ بالغدو والآصال والعشى والإبكار، وآناء الليل وأطراف النهار بحيث اتخذ ذلك ورداً، وجعل ذلك حزبًا، وكان لايُسَلِّكُ إلا بها، لا بعذبة، ولاسجادة، ولاتلقين، إلى غير ذلك.

ومن هذا القبيل: أن الملائكة تعرض أعمال الأمة على نبيها محمد ﷺ نبى الرحمة والشفاعة ﷺ فى كل يوم بكرة وعشية، ليس ذلك لخفائها عليه، بل لإقامة أداء الخدمة، ولإظهار العدل بإقامة الحجة، بشهادة الملك أيضا، وإلا فكفى بالنبىّ ﷺ شاهداً، وكفى بالله شهيداً رقيبا قريبا.

---

(١) رواه ابن عدى فى الكامل، وذكره أبو الحسن الدار قطنى فى «أحاديث مالك بن أنس» و ذكره الحافظ السبكى فى كتابه «شفاء السقام»

ألا ترى أن الله تبـارك وتعالى، وعز وجل مع إحـاطة علمه بالكليات الصـادرة عن عباده والجزئيات، نصب كرامـاً كاتبين، وسفرة بررة حـافظين، إلى غير ذلك من الأدلـة العقلية والنقليـة أيضا ـ على ما ذكـرناه ـ من أن النبىّ ﷺ حاضر ألبتة وأن الله تبارك وتعالى نصبه شاهداً على أعمال العباد: خيرها وشرهـا، فقال تعالى ـ يا أيها النبىّ إنا أرسلناك شاهـداً ومبشراً ونذيراً(١) والشاهد لابد أن يكون حاضراً للمشهود عليه، وناظراً للمشهود إليه.

فعلم أنه مِلْ كلّ عالم، وحاضِرٌ فى كل مكان.

فإن قيل: قد قال الله تعـالى ـ فكيف اذا جئنا من كل أمة بشهيد(٢) ـ وقال تعالى ـ وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكـونـوا شهـداء على النـاس ويكـون الـرسـول عليكم شهيداً(٣) الآية. فقد سوّى بين النبىّ ﷺ وبين الأمة فى معنى الشهـادة، وسـوّى بينـه وبين الأنبيـاء فى ذلك المعنى أيضا.

---

(١) الأحزاب، الآية: ٤٥

(٢) النساء، الآية: ٤١

(٣) البقرة، الآية: ١٤٣

فالجواب ـ إن شاء الله تعالى ـ أنه لا تسوية، لأنه فى الآية الأولى قال ـ وجئنا بك على هؤلاء شهيداً ـ وقال فى الآية الثانية ـ ويكون الرسول عليكم شهيدا

وورد أن هذه الأمة تشهد على جميع الأمم، وتشهد لأنبيائها فى التبليغ، ونبيها يزكيها، فلا مساواة به، ولا أحد فى درجته.

وأما شهادة الأنبياء، فلا إشكال فيها، لأنهم موجودون بالأجسام فى قيد الحياة بين أظهر أممهم، لأنهم شاهدون وحاضرون حسا ومعنى.

وأما شهادة هذه الأمة، فإنما هى من باب الشهادة على الشاهد، لأنها إنما تلقت ذلك من القرآن العظيم الصادق الوارد على لسان النبىّ المصدوق ﷺ.

فتبين بهذا، وبأنه لما كان كل رسول إذا مات انتهت شريعته وأرسل رسول غيره، ولم يكن نبينا ﷺ كذلك، بل شريعته مستمرة، ودعوته قائمة باقية إلى يوم القيامة، ومعها وبعدها، إذلا نبى بعده: أن شهادته ﷺ مستمرة بموجب حضوره فى جميع العوالم، وامتلاء الكون والمكان والزمان به، فكان مثاله فى هذا المعنى كما أسلفناه، وكما أشرنا كبدر فى سماء علو الفضل،

ونحن كمشاة تحته سائرون فى ضوء نوره، متى رفعنا رءوسنا إليه، ونحن فى شدة العَدْوِ أو المشى، والتأنى، أو جلسنا، أو نمنا، أواستيقظنا: نَراه مغنا فوق رءوسنا، ولو مشينا إلى أقصى المشرق ومشى آخرون إلى أقصى المغرب، وركب آخرون السفن فى لجج البحار، وصعد آخرون الجبل، وسلك آخرون القفار، كل ذلك. ونبيهم سيدنا محمد ﷺ حاضر معهم، كحضور البدر مع هؤلاء كلهم.

وأيضا فمن الناس المقربين من اجتماعه بالنبى ﷺ بمصر مثلاً أقوى من اجتماع بعض الحجاج به عند محل قبره، إذ من الناس من حضورهم كالغيبة، ومن الناس من غيبتهم أحضر من الحضور، ألا ترى إلى البحر الطامى أبى يزيد البسطامى لماحج ثلاث مرات لم يصر لمزيد القرب أهلا، حتى غاب فى المرة الثانية وفنى أصلا. ولهذا قال رضى الله عنه:

«حججت ثلاث مرات، ففى المرة الأولى: «رأيت البيت ولم أر رب البيت» وفى المرة الثانية: «رأيت رب البيت، ولم أر البيت» وفى المرة الثالثة: «لم أر البيت ولم أر رب البيت» انتهى.

قلت: فكان الحاصل من مقالـه ومن اعتبار حاله: أن حجته الأولى من حج العوَامّ فى سائر الأعوام.

وأن الثانية كانت بدايات مقامات الفناء، ففنى عن رؤية كل محسوس، فلم يـر أحـداً أحـق بـالـوجـود من الله تعالى. وهـذا معنى قولـه «رأيت رب البيت» وإلا فرب البيت لا يجوز أن يرى فى الدنيـا. وكانت نفسه فى هذه الحجة موجودة معه، يرى بها ويبصر بها.

فلمـا حج الثالثـة فنى حتى عن نفسه، فلم يبق معـه مـرآة يرى بهـا شيئا. ففنـى فى معنى قرب الحق تبـارك وتعالى فناء كليا: أشار إليه بقوله:

فيفنى، ثم يفنى، ثم يفنى .·. فكان فناؤه عين البقاء.

ففى مثل هذه الغيبـة يحصل الحضور بأوفى من كيل الويبة(١).

وقال سهل بن عبد الله التسترى:

«يا مسكين: كان ولـم تكن، ويكون ولا تكون، فلما كنت الآن صرت تقول: أنا، كن الآن كما لم تكن، فإنه الأول كما كان».

---

(١) الويبة: كيلتان، والإردب: ست ويبات.

ومن الأدلـة على أن الأنبيـاء يسيـرون فى الكـون مـا رويناه فى كتاب « الإعلام بحكم عيسى عليه الصلاة والسلام » للجلال السيوطى أن النبىّ ﷺ كـان يطوف بـالبيت حينا، فسلم على شيء فى الهواء ، فسئل عن ذلك فقـال : «رأيت أخى عيسى ابن مريم يطوف بالبيت، فسلم علىّ وسلمت عليه» فاستقر الحال على أن عيسى ﷺ ـ كما قال الحافظ الذهبى وغيره ـ نبى ورسول وصحابى، وأنه أفضل الصحابة، ويليه فى الفضل أبو بكر الصديق، فعمر، فعثمان، فعلى رضى الله عنهم، على الترتيب المشهور. وأن الأنبياء والمرسلين يسيرون فى الكون لنفعهم ونفع العباد، وأن النبىّ ﷺ ملأ العوالم العلوية والسفلية.

واعلم أيها المريد المسترشد : أن قول الحافظ جلال الدين السيوطى ـ سقى الله عهده صيب الرحمة والرضوان، وجمعنى وإياه على سيد ولد عدنان ـ كما أسلفنا آنفا ـ « أن النبىّ ﷺ يسير فى الكون» إلى آخره، يدل بحروفه ومنطوقه ومفهومه على أن النبىّ ﷺ ملأ الكون، لأنه لو لم يكن الأمر كذلك لزم منه أنه متى سار يصير قبره خاليا منه، ويكون الزائر إنما يزور الضريح

فقط . وهذا لا يقوله أحد .

وأيضا فإن قوله ﷺ :

«من رآني في المنام فسيراني في اليقظة»(١)

من أصرح صريح وأدل دليل وأقوى برهان، وأثبت حجة على ذلك، لأنه [لا يخلو الوجود من(٢)] راء له في المشرقين والمغربين، لانه - كما قدمنا - لا يصح أن يفسر باقتصاره على رؤيته في الآخره، لأن سائر الأمم تراه يومئذ، سواء في ذلك من راه في الدنيا ومن لم يره، وبالجملة والتفصيل. فهو ﷺ موجود بين أظهرنا : حسا، ومعنى وجسما، وروحا، وسراً، وبرهانا .

فإن قال قائل : معنى قول الجلال السيوطي : إن النبيّ ﷺ يسير في الكون : أنه يتجرد من شبحه ـ كما أفدتم وأفتيتم ـ والجسم الشريف مقيم في القبر المنوّر؟؟؟ .

قلنا : الجواب - إن شاء الله تعالى - أن هذا المعنى - وإن كان صحيحاً في حد ذاته - كما أفدناه آنفا - لكن

---

(١) رواه البيهقي، وأبو داود .

(٢) ما بين المعقوفين لا يتم المعنى الابها، ويقتضيها السياق، والذي في المطبوعة «لأنه شامل لكل من رآه في المشرقين والمغربين» الخ .

قد لا ينهض لأن يفسر به كلام الجلال السيوطى، لأنه رحمة الله تعالى عليه إنما مقصوده فى الحقيقة تمييز نبينا محمد ﷺ عن سائر الأنبياء والمرسلين فى ذلك المعنى بخصوصه، ولا يتم له مقصوده فى ذلك المعنى إلا بالتفسير الذى فسرناه، وهو الحق - إن شاء الله تعالى - لا فجميع الأنبياء مشاركون له فى الشكل، والمثال، والتطور، وتعدد الأشباح، بل الأبدال - كما قدمنا - يفعلون فى حياتهم ذلك وفى موتهم، بل وخاصة المؤمنين، بل وعامتهم الذين لم يشغلهم عن ذلك شاغل من موبقات الذنوب وعظائم الكروب ومدلهمات الخطوب.

ألا ترى إلى مانقله ابن القيم وغيره من أن صالحاً المرى[1] وغيره تخلف عن حضور الجمعة، فلما جاء مستدركا[2] رأى بعض الأرواح قد تشكلت وجلست على ظاهر قبورها، وأنهم قالوا له أبطأت عن الجمعة، فقال لهم: أتعرفون الجمعة.

قالوا: نعم، ونعرف ما يقول الطير فى جو السماء.

---

(١) هو من شيوخ عبد الله بن المبارك رحمهما الله تعالى.

(٢) بالمخطوط «فلما جاء القيم» والتصليح من المطبوعة.

قال: فما يقول؟؟.

قالوا: «يقول: سلام، يوم صالح».

وفى هـذا الباب من هـذا القبيل مـالايكاد ينحصـر، بحيث قالوا: إن الأموات قد يعلمون بالشيء قبل حدوثه فى عالم الملك. وقبل اتصاله بالأحياء.

ونقلـوا أن المتـوكل على الله ـــ الخليفـة العبـاسى ـ [عامله الله بعدلـه، حيث كان يبغض الإمام الأكبر على بن أبـى طـالـب رضى الله تعـالى عنـه وكـرم الله وجهه، ويكره أولاده[1]] ـ لما قتله ممـاليكه وهو جالس على السراب[2] بسبب موالسة[3] ولده عليه، رآه الـولد فى النوم، فقال له: أتقلنى لأجل الخلافة، والله لا تقيم فيها، ولا تبقى فيها، وستجزى فى الآخرة»

فقام مرعـوبا من نومه، وأخبـر بما رأى، فلم يمكث إلا مـدة يسيرة جـداً، ولحق بمهمـلات أبيه. إلى غيـر ذلك.

ومما حكى ـ أيضا ـ فى هذا المعنى، [ما] فى كتاب

---

(١) ما بين المعقوفين ليس فى المطبوعة.

(٢) مكان التبرز.

(٣) الموالسة: المشاركة فى الخيانة والخديعة.

الروح[١] منه الشيء الكثير عن الجم الغفير، والجمهور الكثير.

فتلخص: أن معنى كلام الحافظ السيوطى إنما أراد منه كون النبى ﷺ ملأ العوالم العلوية والسفلية بأهبة وقابلية وأهلية جعلها الله تعالى له، وأسكنها عزوجل فى جسمه الشريف، معني من معانى الملائكية صلاة الله وسلامه عليه وعليهم أجمعين، فكان يخالط الملك، كجبريل، وإسرافيل: الذين هما رؤساء الملائكة، لأن إسرافيل تردد لخدمته ثلاث سنين قبل سيدنا جبريل وغيره كما حكاه الحافظ ابن حجر فى مقدمة «فتح البارى» وغيره.

وقد ظهر معنى كلام الحافظ السيوطى ظهوراً كافيا شافيا.

والله تبارك وتعالى أعلم بالصواب.

جمعنا الله تعالى والمسلمين، ومن شاء من الموحدين، على النبىّ الحبيب الخليل، الجليل، المصطفى، نبى الرحمة والشفاعة، أفضل من سعى

---

(١) لابن القيمّ رحمّه الله تعالى.

بين الصفا والمروة، وبوأنا بجواره فى الجنان غرفا، وحشرنا مع آله وأصحابه السادة الخلفاء الحنفا، خصوصا الإمامين القمرين، والأئمة الأربعة: أبا بكر وعمر، وعثمان وعليا رضى الله تعالى عنهم أجمعين.

والحمد لله رب العالمين.

آمين

تمت على يد كاتبه الحقير الفقير: حسين بن محمد الشافعى

غفر الله له، ولمن قرأ فيه، ولمن تسبب فى كتابته، آمين

سبحان ربك رب العزة عما يصفون

وسلام على المرسلين

والحمد لله رب العالمين..

رقم الإيداع

١٩٩٢ / ٧١٤٢

ترقيم دولى : I.S.B.N

977 - 5259 - 06 - 1

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

رضاعی مائیں اور رضاعی بھائی، بہنیں

تالیف

مفتی محمد خان قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ پنجاب

اعلحضرت فاضلِ بریلوی کے والدگرامی

مولانا نقی علی خان بریلوی

محمد شہاب الدین رضوی

عالمی دعوتِ اسلامیہ
1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003

سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر

(اردو مع عربی)

کیا بلند آواز سے ذکر منع ہے؟

تصنیف

علامہ محمد عبدالحی لکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ

ترجمہ

پروفیسر سید محمد ذاکر حسین سیالوی

رسالۃ فی اثبات وجود النبیؐ فی کل مکان

ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی

تصنیف

امام حسین بن محمد شافعی المتوفی ۹۶۶ھ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

1- فیصح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003